طور پر کی، اور اسکی یادگار مین یہ رسالہ لکھا جسمین حضرت رسالت پناہ صلعم، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے پچیس اخلاقی واقعات درج کئے گئے ہین، رسالہ کی قیمت ۴ر ہے، مینجر اخبار سعید کان پور سے طلب کیجئے،

روزگار، اودھ کے دار السلطنت لکھنؤ سے روزگار نام ایک ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے، جسکا پہلا نمبر ہمارے پیش نظر ہے، اسمین زراعت، تجارت، صنعت و حرفت اور تعلیم پر عمدہ مضامین لکھے گئے ہین، راے زادہ صاحب آفتاب نے زراعت پر ایک عمدہ نظم لکھی ہے، اور ایڈیٹر صاحب نے شذرات مین انہین مضامین پر اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہین، رسالہ بحیثیت مجموعی اپنے مقاصد مین کامیاب ہے، اردو مین ایسے رسالہ کی سخت ضرورت تھی، حجم ۴۸ صفحات، قیمت للعہ سالانہ، پتہ: دفتر روزگار نمبر۱۶ امین الدولہ پارک لکھنؤ،

سیف الدین، مولانا طاہر سیف الدین داعی فرقہ بوہریہ نے اپنے فرقہ کے عقائد مین ایک کتاب لکھی تھی جسکا نام "ضوء نور الحق المبین" ہے، اس کتاب پر متعدد اشخاص نے اعتراضات کئے تھے، جنمین ولی محمد اسمٰعیل صاحب سرپادہ کا لب ولہجہ نہایت سخت تھا، یہ رسالہ انہین کے جواب مین ہے، اور لطف یہ کہ ایک اہلسنت والجماعت کا لکھا ہوا ہے، رسالہ کی قیمت ۴ر ہے، اور مطبع ہاشمی، ہاشمی منزل میرٹھ سے مل سکتا ہے،

مجلد پنجم | ماہ شعبان سنہ ۳۸ھ مطابق ماہ مئی سنہ ۲۰ء | عدد پنجم

مضامین

جدید مطبوعات

روح الاجتماع، یعنی ڈاکٹر لی بان کی کتاب "جماعتہاے انسانی" کے اصول نفسیہ کا ترجمہ از مولانا محمد یونس انصاری فرنگی محلی، قیمت ۴ر

شذرات

سیرۃ النبیؐ حصۂ دوم جسمین واقعات ذیل یعنی اسلام کی امن کی زندگی، قیام امن، اشاعت اسلام، تاسیس حکومت، تکمیلِ شریعت، اور اختتام فرض نبوت کے علاوہ رسول اللہ صلعم کی وفات، شمایل، اخلاق و عادات، عبادات، ازواجِ مطہرات اور اولاد کے حالات بھی شامل ہین، چھپکر تیار ہوگئی ہے، اس جلد کا زیادہ تر حصہ اگرچہ علامۂ شبلی نعمانی علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا ہے، تاہم چونکہ وہ اسکو نامکمل چھوڑ کر وفات پا گئے، اسلئے جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے جابجا اضافہ کرکے اسکو مکمل کردیا ہے، یہ حصہ معارف پریس کی طباعت کا بہترین کارنامہ ہے جونامی پریس کانپور سے کسی حال مین کم نہین، کتاب حسب دستور تین قسم کے کاغذ پر چھپی ہے، قیمت قسم اول غیر مجلد عہ۱۲ ر قسم دوم (۲) عہ ر قسم سوم (۴) للعہ ر ۔ مجلد کی فرمائش نہوا انتظام نہین ہوسکا۔

مولانا سید سلیمان ندوی ایڈیٹر رسالہ ہذا جوقت سے یورپ روانہ ہوئے ہین، اُن کے وقت کا ایک ایک لمحہ خدمت قوم وملت مین گذر رہا ہے، اور مقاصد وفد کی تبلیغ واشاعت سے وہ جسقدر بھی وقت نکال سکتے ہین، وہ کتبخانون کی سیر، مستشرقین سے ملاقات ومراسلت، ودیگر علمی مشاغل مین صرف ہوتا ہے، انڈیا آفس کا کتبخانہ اُنھون نے پہنچتے ہی دیکھا اور امید ہے کہ اسوقت تک لندن میوزیم اور آکسفرڈ وکیمبرج کے تمام مشہور کتبخانون کی زیارت کرچکے ہون، ۳۰ مارچ کو

رایل ایشیاٹک سوسائٹی کی جدید عمارت کے افتتاح کا جلسہ تھا اسمین وہ شریک ہوئے، اور پروفیسر اسٹوری وڈاکٹر آرنلڈ وغیرہ سے ملاقاتین کرچکے ہین، مسئلہ خلافت کا حشر جو کچھ بھی ہو لیکن اسمین کوئی شبہہ نہین کہ علمی حیثیت سے مولانا کا یہ سفر بہرصورت نہایت مفید ونتیجہ خیز ثابت ہوگا۔

موصوف کے دلچسپ وپرمعلومات مکاتیب جو ہر ہفتہ موصول ہوتے رہتے ہین، لکھنؤ کے مشہور روزنامہ ہمدم کو اشاعت کے لئے دیدیئے جاتے ہین، اور یکم اپریل سے برابر انکی اشاعت کا سلسلہ اسمین جاری ہے، اس سلسلہ مین انکے وہ خطوط (مع اُنکے جوابات کے) قابل دید ہین جو انھون نے پروفیسر براؤن (کیمبرج) وپروفیسر مارگولس (آکسفورڈ) کے نام عربی زبان مین تحریر فرمائے تھے، اُن کا ترجمہ ہمدم مین نکل چکا ہے اگر ناظرین معارف کی خواہش ہو تو اُنکی اصل آیندہ نمبر مین پیش کیجاسکتی ہے،

وفد خلافت کو جب وزیر ہند کے ہان باریابی ہوئی تو کچھ دیر انڈیا کونسل ہال مین بیٹھکر انتظار کرنا پڑا، یہ وہی کمرہ ہے، جہان وزارت ہند نشست کرتی ہے، اور جہان سے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ صادر ہوتا رہتا ہے، اس ایوان عالی کے میز پر کاغذ دبانے کے لئے پیتل کے چند موٹے پتّر (پیپرویٹ) مع ایک چھوٹے دستہ کے رکھے ہوئے تھے، مولانا سید سلیمان کی نکتہ رس نگاہ نے دیکھا کہ ان پر فارسی واردو کے اشعار کندہ ہین، جو انکی عنایت سے ادبیات کے زیر عنوان ناظرین معارف کے پیشکش ہین، فارسی اشعار زیادہ تر سعدی کے ہین، اور ہر شعر مین بادشاہ کو عدل ورعایا پروری کی تعلیم دیگئی ہے، پرنس غلام حسین آف میسور نے غدر سے تین سال پیشتر ۱۸۵۴ء مین انہین تحفتہً پیش کیا تھا، کیا عجب ہے کہ یہ دربار میسور کی آخری یادگارین ہون،

ہین تو شبہہ نہین کہ چنیل کی یہ بے زبان مورتین ہر نئے فیصلہ کے وقت اپنا خاموش فرض موعظت ادا کرتی رہتی ہونگی، البتہ اگر وزراے ہند ان مواعظ پر کان رکھنے کے خوگر ہوتے تو ہندوستان کی تاریخ کسقدر مختلف ہوتی!

صوبجات متحدہ کی پچھلی تعلیمی سالانہ رپورٹ (بابت ۱۹۱۸ء) مین دار المصنفین کی خدمات کا بھی تذکرہ ہے، اور انہین کافی سراہا گیا ہے، سیرۃ نبوی، ارض القرآن، سیر الصحابہ، مبادی و مکالمات برکلے، ان مین سے ہر شے سے متعلق حوصلہ افزائی کیگئی ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ سارا تذکرہ ندوۃ العلما کے کارنامون کے ذیل مین کیا گیا ہے، اور سیاق عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ گویا یہ سب کام ندوہ کی ماتحتی مین انجام پارہے ہین، اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، یہ سچ ہے کہ دار المصنفین کے اکثر کارکن ندوہ ہی کے تربیت یافتہ ہین، ندوہ کے فضایل ومناقب بھی بجائے خود مسلّم ہین، لیکن اسکے یہ معنی نہین کہ دار المصنفین ندوہ کی شاخ یا کسی حیثیت سے بھی دست نگر ہے، در حقیقت دار المصنفین اپنا مستقل وجود، اپنا مستقل نظام، اپنا مستقل نصب العین، ندوہ سے بالکل الگ رکھتا ہے، اور برا یا بھلا جو کچھ بھی کام ابتک اس سے بن پڑا ہے، اُسکا وہ تنہا خود ہی ذمہ دار ہے،

فرانس مین خواتین کی عصمت و پارسائی کا جو عام معیار ہے، اس سے ہم بخوبی واقف ہوچکے ہین، روس مین بالشویک گروہ نے اپنے نظام معاشرت مین رسم نکاح کو جو مرتبہ دیا ہے اسکا تذکرہ بھی ہم سن چکے ہین، امریکہ مین طلاق وافتراق کے مقدمات جس نوعیت کے ساتھ اور جس کثرت سے پیش ہوتے رہتے ہین اسکی کچھ جھلک اخبارات کی وساطت سے اہل ہند بھی دیکھ لیتے ہین، حال مین برٹش حکومت کے ایک شایع کردہ بیان سے معلوم ہوا کہ ۱۹ء مین

برطانیہ مین جن ناجایز بچون کی ولادت کا علم سرکاری حکام کو ہوسکا انکی تعداد ۴۳۰۵۱ تھی، پھر ان بچون کی شرح اموات بھی بمقابلہ جائز ومنکوح والدین کی اولاد کے پوری دگنی ہوتی ہے اور زندہ بچ رہنے والون مین بھی ایک بڑی تعداد مریض وناقص العضو بچون کی ہوتی ہے:

جو حضرات مشرقی شرافت وعفت کے تخیل کو محض ایک وہم پرستی قرار دیتے ہین ان سے روئے سخن نہین، البتہ جنلوگون کی "روشن خیالی" ابھی اس حد تک نہین پہنچی ہے اور وہ اپنی خانگی زندگی کو مغربی آئین معاشرت کے قالب مین ڈھالنا چاہتے ہین، انہین میر تقی کے اس شعر کو سن رکھنا چاہیئے،

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال میر
اسپر بھی جی مین آئے تو دل کو لگائیے

لنڈن یونیورسٹی کالج کا شعبۂ کیمیا ایک خاص شہرت رکھتا ہے، انگلستان کے بعض بہترین ماہر کیمیا یہین کے اساتذہ ہوئے ہین، حال مین اس شعبہ کا سالانہ جلسۂ ضیافت منعقد ہوا، جسکے صدر پروفیسر ڈونان تھے جو اسوقت اس فن کے ایک ممتاز عالم ہین، اُنھون نے بعض ہندوستانی طلبہ کے کمال فن کی خاص طور پر داد دی، اور ڈاکٹر گھوش، مسٹر مکرجی، و مسٹر بھٹناگر کے نام لیکر اسکی تصریح کی کہ ان مین سے ہر فرد اہم مسائل کیمیائی سے متعلق تحقیقات عالیہ واکتشافات مین مصروف ہے، اور اپنے اپنے دایرہ مین ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کرچکا ہے، فرزندان وطن کے اس امتیاز وترقی سے کون قلب ایسا ہے جو مسرور نہوگا، لیکن ہماری مسرت اور زاید ہوتی اگر ہم اس خوش نصیب جماعت مین جابر اور خالد بن یزید کے کسی ہمقوم کا بھی نام پاتے۔

انجیل کے نشر و اشاعت کے لئے مسیحی دنیا مین متعدد پر قوت مجلسین اور انجمنین بھی قائم ہین، منجملہ ان کے ایک انجمن کا نام برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی ہے، سال گذشتہ مین صرف اس ایک انجمن نے انجیل کے نسخے حسب ذیل تعداد مین مختلف اقطاع عالم مین شائع کئے

جاپان	۸۰۰۰۰۰
ہندوستان	۱۲۲۵۰۰۰
چین	۳۰۰۰۰۰
میدان جنگ مین	۹۰۰۰۰۰
میزان	۱۴۰۲۵۰۰۰

یہ تقریبًا ڈیڑھ کرور نسخہ اُس نے صرف ایک سال کی مدت مین شائع کئے، لیکن اگر آغاز قیام سے اس انجمن کی رفتار عمل کا حساب لگایا جائے تو ابتک ۳۰ کرور سے زاید تعداد مین صرف یہ انجمن اپنے صحیفۂ مقدس کی اشاعت کر چکی ہے!

لیکن کارکنان انجمن اس نکتہ سے بھی واقف تھے کہ تمام دنیا تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے محض چند زبانون کی وساطت کافی نہین، اِسلئے انجمن نے یہ کوشش بھی جاری رکھی کہ اُسکا دایرۂ تبلیغ دنیا کی جتنی زیادہ سے زیادہ زبانون تک پھیل سکے، پھیلایا جائے، چنانچہ صرف تحاربین جنگ کے سلسلہ مین انجمن نے اپنے کلام الٰہی کو "اننتی" زبانون سے زاید مین منتقل کیا! اسکے علاوہ انجمن ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایسی زبانون مین انجیل کو منتقل کر رہی ہے، جو ابتک اس قسم کے لٹریچر سے کیا معنی، ہر قسم کے لٹریچر سے محروم ہین، سال گذشتہ مین اس طرح کی چھ زبانون مین انجیل کا ترجمہ تکمیل کو پہنچا، جنمین سے پانچ افریقہ کے وحشی قبائل کی زبانین ہین، اور ایک "بھیلی"

زبان ہے، جسے گجرات، راجپوتانہ و ممالک متوسط کے جنگلون کے وحشی باشندے "بھیل" بولتے ہین، اور اسی قسم کی چھ اور نامانوس و غیر متمدن زبانون مین بھی انجیل کا ترجمہ اسوقت ہو رہا ہے تاکہ دعوت مسیحیت کے صلائے عام سے متمدن و غیر متمدن، عالم و وحشی کوئی محروم نہ رہے!

یہ کارنامہ متعدد و متحد المقصد انجمنون مین سے صرف ایک کے ہین، اُنکی مدد سے ان مجالس کے مجموعی کارنامون کی غیر محدود وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا تثلیث پرستون" کی حیرت انگیز قوتِ عمل کی یہ داستان بھی عاملان توحید کے ولولۂ عمل کو حرکت دینے مین ناکام رہیگی، ہلال کا بدر کامل بننا صرف اسکی حرکت پر موقوف ہے، لیکن اگر اس سے استعداد حرکت سلب ہو گئی ہے تو اسکی برائے نام روشنی صلیب کو ماند نہین کر سکتی۔

ساتھ ہی مسیحی اصحاب سے بھی بصد ادب استفسار ہے کہ جس انجیل کی وہ لاکھون بلکہ کرورون کی تعداد مین اشاعت فرما رہے ہین، آیا یہ وہی صحیفۂ مقدس ہے جسمین خون ریزی کو ہر صورت مین بدترین معصیت قرار دیا گیا ہے، جسمین دینوی جاہ و حشم، دولت و ثروت کی انتہائی مذمت کیگئی ہے، اور جسکی ایک ایک سطر حلم و عفو، ایثار و بے نفسی کی تعلیمات سے لبریز ہے، یا اسکی آیات سے یہ مواعظ حسنہ خارج کر دیئے گئے ہین، عجائب عالم کی فہرست مین اس واقعہ کو سب سے اوپر جگہ دینا چاہیئے، کہ جو مذہب دنیا کو رہبانیت کی تعلیم دینے، اور کشت و خون بلکہ غیظ و غضب، حسد و عناد کی بیخکنی کے لئے دنیا مین آیا تھا، آج اسی کے پیروؤن نے حکومت و امارت کو اپنا قبلۂ مقصود بنا لیا ہے، مال و دولت کی پرستش شروع کر دی ہے، اور جنگجوئی، سفاکی و خون ریزی کے لحاظ سے تاریخ انسانی مین ایک بالکل جدید باب کا اضافہ کر دیا ہے،

ہندوستان کے طول وعرض مین ہندی زبان دیوناگری رسم الخط کی تعمیم واشاعت کیلئے جس سرگرمی وانہماک کے ساتھ ایک مدت سے کوششین ہورہی ہین وہ رفتہ رفتہ بار آور ہورہی ہین، صوبۂ مدراس مین مسٹر دیوداس گاندہی (فرزند مہاتما گاندہی) نے مخصوص اسی مشن کی اشاعت کے لئے مدتون قیام کیا، اور اب ایک پنڈت صاحب اُنکی جانشینی کررہے ہین، شہر مدراس مین ہندی پرچار (ترویج ہندی) کے لئے ایک مستقل دفتر ہے، مشہور روزانہ اخبار ہندو انڈیا مین ہر ہفتہ ایک ہندی کالم ہوتا ہے، متعدد اضلاع مثلاً کمباکونم، سالم، ترچنا پلی، مڈراپورا، وغیرہ مین ہندی کے مدارس قائم ہوچکے ہین، تعلیم یافتہ گروہ کے ایک حصہ نے عہد کرلیا ہے کہ آئندہ بجز ضرورت خاص کے ہر موقع پر ہندی ہی کا استعمال کرینگے، متعدد مشاہیر مثلاً جسٹس سشاگری آیر، و جسٹس سداشیو آیر نے ہندی زبان سیکھ کر برابر اسی کو استعمال کرنا شروع کردیا ہے، ہر سال مدراس کے پرجوش وباہمت تعلیم یافتہ نوجوانون کی ایک جماعت صوبہ متحدہ سے ہندی زبان سیکھکر جاتی ہے، اور اسے کم از کم تین برس تک حسب معاہدہ اپنے صوبہ مین اسکی تعلیم دینا ہوتی ہے، غرض ہمارے ہندو قوم پرست احباب کے اس خواب کی تعبیر عنقریب پوری ہوا چاہتی ہے کہ کشمیر سے لیکر راس کماری تک ہندی زبان اور ہندی رسم الخط کا پرچم لہراتا ہوا نظر آئے،

کسی زبان یا رسم الخط کی ترقی ہرگز دوسرون کے لئے موجب رشک وحسد نہین ہوسکتی لیکن اسی ملک مین ایک زبان اُردو بھی ہے جسکے بعض خصوصیات لسانی ہندی سے مختلف ہین، اور جسکا رسم الخط تو اس سے بالکل ہی علحدہ ہے، اور جسکے متعلق اُسکے ہمدردون کا دعوی یہ تھا کہ وہ ملک کی عام ومشترک زبان ہے، سُنتے ہین کہ اس زبان کی حمایت، تحفظ وترقی کے لئے ملک

مین متعدد انجمنین قائم ہین، اور ان مین سب سے زیادہ مشہور نام انجمن ترقی اُردو کا ہے، جسکی سالانہ رپورٹ مین بھی کبھی کبھی دیکھنے مین آجاتی ہین، دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا اس انجمن نے اردو کی توسیع وترویج کا کچھ بھی فرض ادا کیا؟ اُردو کی تعلیم کے لئے اُس نے کوئی ایک درسگاہ بھی کہولی؟ کسی ایک غیر اُردو دان نے بھی اسکی کوششون سے متاثر ہوکر اردو سیکھی؟ اُردو کی ترویج واشاعت کے لئے اس نے ایک بھی مشنری تیار کیا؟ انجمن کے موجودہ سکریٹری اپنی ذات سے اردو کیلئے بے شبہہ ایک حقیقی خدمتگزار ہین، لیکن یہ سوالات انکی شخصیت سے متعلق نہین بلکہ انجمن سے ہین۔

شب تار مین ہلکی سی روشنی بھی ایک نعمت معلوم ہوتی ہے، مسلمانون کے عام قحط الرجال مین اگر ایک، آدھ مثال بھی کمال فن کی نکل آتی ہے تو دفعتہ پژمردہ چہرے چمک اُٹھتے ہین، ڈاکٹر ایس، اے، خان سے تعارف، فروری کے معارف مین ہوچکا ہے، حال مین یہ دریافت کرکے ہمین مزید مسرت ہوئی کہ اُن کا تقرر مدراس یونیورسٹی مین معاشیات ہند کے اسسٹنٹ ریسرچ پروفیسر کی حیثیت سے معقول مشاہرہ پر ہوا ہے، اس یونیورسٹی مین اس فن کے پروفیسر معاشیات کے نامور عالم ڈاکٹر گلبرٹ سلیٹر ہین،

ڈاکٹر شفاعت احمد خان کا سن ابھی تیس سال سے کم ہے، اور ابتک انکے جو کچھ حالات ٹائمز کے تعلیمی ضمیمہ مین شائع ہوئے ہین وہ کافی امید افزا ہین، بصدق دل دعا ہے کہ مستقبل ان توقعات کو پورا کرے، اور ان کا وجود ملک، قوم، بلکہ ساری دنیا کے لئے مفید ثابت ہو۔

مقالات

ماہیتِ علم

(۱۵)
حصول اشیاء بانفسہا
وحصول اشیاء باشباہہا

بیانات سابقہ کا تعلق کیفیت حس کے دو ابتدائی مدارج سے ہے تیسرا جزء جو اصل احساس ہے یعنی ایک مادی ارتعاش کا کیفیت نفسی مین تبدیل ہونا اسکے متعلق یہ بتایا جاچکا ہے کہ علم النفس اس واقعہ کی توجیہ نہین کرسکتا علم النفس اس واقعہ کو بطور اصول موضوعہ کے تسلیم کرلیتا ہے لیکن علم النفس کے نقطۂ نظر سے چونکہ عالم کائنات مرکب ہے، دو اجزا عالم ذہنی اور عالم خارج یا مدرِک اور مدرک سے ذہن و مدرک کا کام علم وادراک وارادہ ہے اور جن چیزون پر یہ اعمال علم وادراک وارد ہوتے ہین اونکا مجموعی نام خارج یا مدرک ہے، اس بنا پر فلاسفہ کا وہ گروہ جو عالم خارج اور عالم ذہن یعنی نفس و مادہ سے اس حیثیت سے بحث کرتا ہے کہ انکی حقیقتین جدا جدا ہین نیز یہ کہ نفس و مادہ یا عالم خارج اور عالم ذہن کے مابین عملی تلازم بالفاظ دیگر تاثیر وتاثر کا عمل کسطرح اور کیون وقوع پذیر ہوتا ہے اس نے حقیقت علم کو واضح کرتے ہوئے اس بات سے بھی بحث کی ہے کہ حس کے تیسرے جزء یعنی تغیر عصبی کا دماغ مین جاکر حس مین تبدیل ہونا اسکے معنی چونکہ یہ ہین کہ نفس شئی خارجی کا مدرِک ہوگیا اسلئے دیکھنا یہ ہے کہ جسوقت کوئی مادی ارتعاش دماغ مین جاکر ایک کیفیت حسّی مین تبدیل ہوتا ہے تو اوس وقت اس ذریعہ سے نفس کو کس چیز کا ادراک ہوتا ہے اوس تغیر ذہنی یا حس کا جو ذہن مین تغیر عصبی کی منقلب شدہ صورت ہے یا خود اشیاء موجودہ فی الخارج کا،

اس سوال کو مثال مین یون سمجھو کہ مثلاً جب ہم انگلی آگ مین ڈالتے ہین ہم کو گرمی اور جلن محسوس ہوتی ہے، یا مثلاً جب ہماری آنکھ کے سامنے کوئی شئے آتی ہے ایتھر کے تموجات سے ہماری آنکھ متاثر ہوتی ہے، اور اس شئی کی صورت ہماری آنکھ مین چھپ جاتی ہے، یا مثلاً جب ہم گرج کی آواز سنتے ہین تو ایک خارجی تغیر کے وقوع پذیر ہونے کے سبب ہمارا عصب السمعی متاثر ہوکر اس آواز کا ادراک کرلیتا ہے یہ سب احساس بسیط کی صورتین ہین ان تمام مثالون پر غور کرنے سے اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حس بسیط محض ایک تغیر کا نام ہے، جو ہماری اندرونی دنیا مین واقع ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ آیا یہ اندرونی تغیر خارجی تغیر کا عکس ہے یا یہ کہ یہ تغیرات خود ہماری اندرونی دنیا کے ذاتی تغیرات اور ہمارے نفس کی مختلف صورتین ہین،

اس سوال کا جو جواب دیمقراطیس سے لیکر ارسطو تک تمام قدما فلاسفہ نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ حس کی صورت مین جو تغیر ہمارے نفس کے اندر واقع ہوتا ہے وہ اس تغیر کا عکس ہوتا ہے، جو خارج مین واقع ہوا ہے گویا کہ نفس ایک آئینہ ہے جسمین تمام خارجی صورتین ہمکو منعکس ہوکر نظر آتی ہین یہ فلاسفہ کا عام خیال تھا جو ارسطو کے ذریعہ سے ہم تک پہونچا ہے، قدما فلاسفہ عموماً اس بات کے قائل تھے کہ اعصاب حس کے ذریعہ سے مدرک مین اشیاء کی صورتین چھپ جاتی ہین اور ہمکو انہی ذہنی تصاویر کا علم ہوتا ہے جو خارجی اشیاء کے مطابق ہوتی ہین، لیکن سبسے پہلے اس خیال کی غلطی جن لوگون نے ظاہر کی وہ نیو اکاڈیمی اور فرقۂ اسٹوائک کے فلاسفہ تھے نیو اکاڈیمی کے فلاسفہ کا خیال ہے کہ حس کی صورت مین مدرک کو نہ اشیاء موجودہ فی الخارج کا علم ہوتا ہے اور نہ انکی کوئی ذہنی تصویر ذہن مین چھپتی ہے اور ارسطو نے علم کے متعلق اپنا جو خیال

انطباع صور کا ظاہر کیا ہے، وہ ایک دھوکہ پر مبنی ہے، ارسطو گویا نفس کو ایک شیشہ یا
مہر کے مانند سمجھ رہا ہے حالانکہ نفس کوئی ایسا ظرف نہین جسمین تصویر اترتی ہو یا حروف
کندہ ہوتے ہون، ارسطو کو اصل مین شبہہ اس بات سے ہوا کہ چونکہ اس نے دیکھا کہ آنکھ
سے جو چیزین ادراک کی جاتی ہین انکی تصویر مشبکہ پر اترتی ہے اسلئے ارسطو نے خیال کیا
کہ انطباع صورت خود علم ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مشبکہ پر جو تصویر اترتی ہے وہ اور
چیز ہے اور اس سے جو احساس ہمارے نفس مین پیدا ہوتا ہے، وہ اور چیز ہے، یہ تصویر
خود احساس نہین بلکہ ذریعۂ احساس ہے،

یہ فلاسفہ کہتے ہین کہ فرض کرو ہمین آگ کا علم ہوا آگ مین چند چیزین ہین اسکا رنگ
ہے جو دیکھنے سے نظر آتا ہے اسکی گرمی ہے جو چھونے سے معلوم ہوتی ہے اور اسیطرح
اسکے دوسرے اوصاف وحالات کا علم ہمین دوسرے حواس سے ہوتا ہی، اب فرض
کرو کہ ہم نے آگ کو چھوا ہمین گرمی اور جلن محسوس ہوئی ہمنے آگ کو دیکھا اور مشبکہ پر
اسکی تصویر اتر آئی، لیکن ہم پوچھتے ہین کہ آگ کو چھونے سے گرمی اور جلن جو ہمکو محسوس
ہوئی ہے کیا وہ آگ سے مشابہ ہے، یا اسی طرح ہمنے قوت باصرہ سے اسکے رنگ کا
علم جو حاصل کیا ہے، تو کیا رنگ کا احساس اس آگ کی حقیقت پر کچھ روشنی ڈالتا ہے، اس
جلن کو جو چھونے سے محسوس ہوئی آگ کی گرمی یا خود آگ سے کیا مناسبت ؟ اسیطرح
رنگ کے احساس کو یا خود آگ سے کیا نسبت ؟ ہان البتہ اس احساس سے یہ بات
ضرور ظاہر ہوتی ہے کہ آگ مین فلان رنگ ہے، یا آگ مین گرمی ہے، لیکن اس
جملہ کے کیا معنی ہین ؟ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہمکو آگ کا تجربہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی
ہے کہ جب آگ ہمارے حس کے سامنے آتی یا اُس سے مماس ہوتی ہے تو محض اس

انفعال کی بنا پر ہمارے ذہن مین مختلف تغیرات پیدا ہوتے ہین، جو مدارج کیفیت اور کمیت
مین مختلف ہوتے ہین، اور اسی اختلاف نوعیت وکمیت کی بنا پر ہم ان مین سے ایک احساس
کو رنگ کے احساس دوسرے کو زرد اور تیسرے کو گرمی کے احساس سے تعبیر کرتے ہین اور
اور جب ہم یہ کہتے ہین کہ آگ مین گرمی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب آگ ہمارے
کسی عضو سے مماس ہوتی ہے تو ہم مین ایک حسی تغیر پیدا ہوتا ہے، جسکو ہم حس حرارت
سے تعبیر کرتے ہین، یا مثلاً جب ہم کہتے ہین آگ مین رنگ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہی
کہ آگ جب ہمارے حاسۂ بصر کے سامنے آئیگی تو ایتھر کے خاص تموجات کی بنا پر ہمارے
نفس مین ایک خاص تغیر واقع ہوگا، جسکو ہم احساس لون سے تعبیر کرتے ہین غرض مطلب
یہ ہے کہ حس کی صورت مین جو کچھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خارج کے بعض تغیرات کی بنا پر
ہمارے ذہن مین خاص تغیرات پیدا ہوتے ہین، جنکو خود اشیاء خارجی سے کوئی نسبت
نہین ہوتی ہے یہ اشیاء خارجی مادی ہین اور اُنسے جو تغیرات نفس مین پیدا ہوتے ہین
وہ کوائف نفسانی ہوتے ہین اور ظاہر ہے کہ کوائف نفسانی کو خود اشیاء خارجی کی شبیہ
ومثال کہانتک کہا جا سکتا ہے[1]،

پس ان لوگون کے نزدیک مادہ کے جتنے اوصاف ہین، یعنی رنگ، امتداد، صلابۃ
وغیرہ، یہ سب ہمارے نفس کے اندرونی تغیرات کے مختلف اسماء ہین، اور یہ تغیرات

[1] اس متمیز کیفیت کو اتباع ارسطو صورۃ علمیہ کہتے ہین اور ذہن مین اسکو موجود مانتے ہین، صورت علمیہ
کا یہ وجود محض ذہنی تجریدیہ ہو آثار ذہنیہ ہی خود کیفیات علمیہ ہین اور یہ آثار ذہن کے اندر اسیطرح موجود ہوتے
ہین جسطرح کام وزبان مین مزہ معلوم ہوتا ہے، اگر کوئی شخص یہ کہنے کا مجاز ہو کہ کام وزبان کے اندر
مزہ موجود ہے تو ہم بھی یہ کہنے کو تیار ہین کہ ذہن کے اندر صورۃ علمیہ موجود ہے ۱۲،

ہمارے نفس مین اُسوقت وقوع پذیر ہوتے ہین، جب اشیا موجودہ فی الخارج کو ہمارے
حواس سے تعلق مقارنت یا تعلق علیت و معلولیت پیدا ہوتا ہے، موجودہ زمانہ مین نیو اکاڈمی
کے فلاسفہ کی یہ رائے نہایت پسندیدہ خیال کی گئی ہے، برکلے اور ہیوم کے فلسفے
اسی خیال کی تشریحات ہین، یہانتک کہ اب فلاسفہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم خارجی
اشیا کی حقیقتونکو نہین معلوم کر سکتے اور ہمین بعض اپنے احساسات بالفاظ دیگر ان ذہنی
تغیرات کا علم ہو سکتا ہے جو ہمارے نفس اور خارجی اشیاء کے مابین کوئی تعلق پیدا ہونے
پر ہمارے نفس مین پیدا ہوتے ہین

علم حس کے متعلق مذکورہ بالا خیال نے تحقیق کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے، اور
اس تحقیق نے ارسطو کے نظریۂ علم باشباحہا کی تغلیط کر دی ہے لیکن اس بحث کے متعلق فیصلہ
کرنا ہمارا فرض نہین البتہ ہمارے مذکورہ بالا بیان سے حسب ذیل چند نتائج اخذ ہوتے
ہین جو علم کی تھیوری مین نہایت اہم ہین،

(۱) حواس کے ذریعہ ہمین جو علم ہوتا ہے وہ اسطرح نہین ہوتا کہ ذہن یا عقل مین کوئی
صورت آتی یا منقش ہوتی ہو جو ارسطو کا مذہب ہے بلکہ حواس کے ذریعہ سے ہمین محض اُن
اثرات اور تغیرات کا علم ہوتا ہے، جو حواس اور شے خارجی کے مخصوص تعلقات کی بنا پر
نفس مین پیدا ہوتے ہین،

(۲) جب یہ کہا جاتا ہے کہ حواس ذرائع علم ہین تو اس کا مطلب یہ نہین ہوتا
کہ وہ شے خارجی کی صورتون اور اشباح کو لیجا کر نفس کے سامنے پیش کر رہے ہین
بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تک شے خارجی اور ہمارے حواس کے مابین
مخصوص تعلقات نہ پیدا ہونگے، اسوقت تک ہمارے نفس کو شے خارجی کا حس،

یا علم نہ ہوگا

(۷) کیفیت حس کی تفریعات سلہ

علم حسی کے متعلق جو کچھ اوپر مذکور ہوا اس سے علم حسی کے مدارج سہ گانہ
کی کافی تشریح ہو گئی، لیکن علم حسی کی تشریح بالا سے چند اصول متفرع ہوتے ہین، جو نہایت
اہم ہین، اسلئے اب ہم یہان سے ان تفریعات کا بیان شروع کرتے ہین، لیکن علم حسی کا تعلق
چونکہ حالات بیرونی اور کوائف اندرونی دونون سے ہے اسلئے اس کیفیت کی تشریح بالا سے
جو اصول متفرع ہوتے ہین وہ بھی دو قسم کے ہو گئے ہین، بعض کا تعلق ہیجات بیرونی اور اعصاب
کی نوعیت، کمیت، کیفیت کے ساتھ ہے، مثلاً حیات انسانی کی تحدید کی بحث، یا مثلاً
ہیجات بیرونی کی تہیج کے لئے ایک خاص تعداد اور ایک خاص قوت کی شرط اور اُسکی
تحدید، یا مثلاً حس اور مہیج کی قوت کے تناسب کی بحث، یا مثلاً یہ بحث کہ ایک ہی مہیج
سے متمائز حسیات کس اصول پر پیدا ہوتے ہین، یہ تمام مباحث علم حسی کی واقعی تشریح
سے واقفیت تامہ حاصل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہین، اور ان تمام نظری واقعات
کے لئے علمی اصول بھی منضبط ہین، لیکن ان مباحث کا تعلق زیادہ تر نظام اعصاب کی کامل
تشریح اور وظائف الاعضاء کی بحث سے ہے اسلئے ہم ان مباحث سے اپنے مضمون کو
طول دینا نہین چاہتے، ہمنے پہلے ہی اپنے مباحث کو صرف اُن نفسانی اصول کے بیان مین
محدود کر لیا ہے جن سے مدارج علم کی حقیقت کی تشریح مین مدد ملتی ہے، ہم اس مضمون مین
مجملاً صرف مدارج علم اور علم بسیط کی حقیقت سے بحث کرنا چاہتے ہین، حتی کہ علوم مرکبہ اور
تجربہ و استدلال سے بھی قطع نظر کرینگے، اس بنا پر ہمنے کیفیت حس کے اصول کے انتخاب

سلہ نیز تقریر بالا سے ایک تفریع اور مستنبط ہوتی ہے وہ یہ کہ علم حصول یا دخول ذہنی کا نام نہین ہے بلکہ عالم و معلوم
کے باہمی تعلق و مقارنت کا نام ہے، حسیات مین تعلق خارجی ہوتا ہے اور تصورات ذہنی مین تعلق ذہنی ۱۲

مین جو معیار مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم ذیل مین صرف اُن چند نفسانی اصول سے بحث کرنا چاہتے ہین جو لازمی طور پر ہمارے مذکورۂ بالا بیانات اور کیفیت حس کی تشریح بالا سے متفرع ہوسکتے ہین، اور جن سے کیفیت حس کی تشریح مین کچھ اعانت ہوتی ہے

علم حسی کا پہلا نفسانی اصول[17]

(۱) پس ہمارے مذکورۂ بالا معیار کے مطابق کیفیت حسی کی تشریح بالا سے جو پہلا نفسانی اصول متفرع ہوتا ہے وہ یہ ہے، کہ ہیج کی مدت قیام اور حس کی مدت قیام ایک ہوتی ہے، جتنی دیر تک ہمارے حواس کے سامنے ہیج قایم رہتا ہے اتنے ہی عرصہ تک نفس مین کیفیت حسی کا بھی قیام رہتا ہے، اور جون ہی ہیج حواس کے سامنے سے ہٹا یہ کیفیت بھی نفس سے مٹجاتی ہے اب بعد کو ذہن مین جو کچھ باقی رہجاتا ہے وہ اس حس کی یادداشت ہوتی ہے ورنہ خود حس کی کیفیت اپنے ہیج کے ساتھ ہی ختم ہوجاتی ہے ہم سنتے اسوقت تک ہین جب تک ہوا مین تموجات قایم ہین، سونگھتے اسوقت تک ہین جب تک کسی شئے کے ذرات مادی ہوا کے ذریعہ سے یا خود ہماری قوت شامہ سے مماس ہوکر اسکو متاثر کرتے ہین، ہم دیکھتے اسوقت تک ہین جب تک کوئی مرئی رنگین شئے ایک خاص فاصلہ اور ایک خاص جہت کے ساتھ ہماری قوت باصرہ کو متاثر کرتی ہے،

اسی طرح ہم چکھتے اسوقت تک ہین جب تک کسی بامزہ چیز کے ذرات مادی چباتے وقت لعاب دہن مین مخلوط ہوکر اپنے اثر کو کام و زبان تک پہنچاتے اور کام و زبان کو اپنے اثر سے اثر پذیر کرتے رہتے ہین، اسی طرح ہم کسی شئے کو چھوتے اسوقت تک ہین جب تک کوئی شئے ہمارے اعصاب لامسہ کو جو تمام بدن مین دوڑے ہوئے ہین، اپنے وجود سے خبردار کرتی اور اپنے اثر سے متاثر کرتی رہتی ہے، لیکن ہمارے حواس کے

سامنے سے ان محسوسات کے ہٹتے ہی فوراً ان حسیات کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے البتہ ان حسیات کا کچھ مٹا مٹا سا اثر ذہن مین باقی رہجاتا ہے، یہ ایک نفسانی اصول ہے جو علم کی تھیوری مین نہایت اہم ہے،

علم حسی کا دوسرا نفسانی اصول[18]

(۲) کیفیت حس کا دوسرا نفسانی اصول یہ ہے کہ چونکہ حس ایک بسیط نفسانی کیفیت ہے اسلئے حس کی صورت مین نفس ذہن کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ یقینی اور بدیہی ہوتا ہے اور اس مین شک وشبہہ کی گنجایش نہین ہوتی ہے عرف عام مین جس چیز کو التباس حواس کہا جاتا ہے وہ اصل مین حاسہ کی غلطی نہین ہوتی، بلکہ وہ اصل مین حس کی غلط تعبیری ہے، مشکل یہ ہے کہ ہمارے پاس زبان مین ایسے الفاظ نہین جنکے ذریعہ سے ہم ٹھیک ٹھیک اپنے اندرونی حسیات کا اظہار دوسرن سے کرسکین، زبان کی کمزوری اور خیال کی وسعت آخرکار ہمارے حس کو سادہ نہین رہنے دیتی، اور حس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہماری اپنی سمجھ اور ہماری اپنی تعبیر کا میل ضرور ہوجاتا ہے، حس اور حواس کی غلطیون اور انکے اسباب سے ہم آگے چلکر بالتفصیل بحث کرینگے لیکن یہان صرف اتنا خیال مین رکھنا چاہیئے کہ احساسات بسیطہ کے نتائج ہمیشہ صحیح اور بدیہی ہوتے ہین صحت سے مراد یہ ہے کہ انمین غلطی کا احتمال نہین ہوتا اور انکے بابت شک وشبہہ کی بھی گنجایش نہین ہوتی اور بداہت کا مطلب یہ ہے کہ انسے جو معلومات حاصل ہوتے ہین انکا حصول بلا واسطہ ہوتا ہے، اور جس شئے کے وجود سے ہمارا حاسہ خبر دیتا ہے، اسکے وجود پر عقلی دلائل قایم کرنے کی حاجت نہین ہوتی، احساسات بسیطہ کے یہی دو اوصاف ہین، جنکی بنا پر انسان کے تمام علوم مین ان بسیط احساسات کو خاص امتیاز حاصل ہے اور دیگر علوم کے لئے یہ مبادی کا کام دیتے ہین اور اپنی صحت و بداہت کے لحاظ سے دیگر علوم پر شرف رکھتے ہین،

علم حسی کا تیسرا نفسانی اصول[19] (۳) ذرائع علم حواس ہین، انسان کے تمام علوم بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف حواس سے حاصل ہوتے ہین، اس کلیہ کی وضاحت ہمنے ایک دوسرے مضمون مین تفصیل کے ساتھ کی ہے جسکو ہم یہان نقل کرتے ہین،

"ہمین جتنے علوم و ادراکات حاصل ہوتے ہین انکی دو قسمین ہین، ایک وہ علوم جزئیہ جنھین ہم براہ راست حواس سے حاصل کرتے ہین، مثلاً قوت باصرہ سے ہم چیزونکو دیکھتے ہین قوت سامعہ سے سنتے ہین، قوت ذائقہ سے چکھتے ہین، اور قوت لامسہ سے چھوتے ہین، اور حاسہ کا فعل تمام ہوتے ہی بر مذہب مادیین اعصاب دماغی مین ایک تموج پیدا ہوتا ہے جسے ہم علم و ادراک کہتے ہین،

دوسرے وہ علوم کلیہ جو خود تو براہ راست حواس سے حاصل نہین ہوتے لیکن اگر انکی تحلیل کیجائے تو انتہا حواس ہی پر ہوتی ہے،

مثلاً یہ ایک کلیہ ہے کہ اجتماع ضدین محال ہے، ظاہر ہے کہ ہمنے یہ علم نہ تو قوت باصرہ سے حاصل کیا ہے اور نہ قوت لامسہ سے، لیکن اگر غور سے دیکھو اور اسکے اجزا کی تحلیل کرو تو تمہین معلوم ہو جائے گا کہ بغیر حواس کی مداخلت کے یہ علم نہین حاصل ہو سکتا تھا تمنے بار بار دیکھا ہے کہ سفید چیز کالی نہین ہو سکتی، گرم چیز ٹھنڈی نہین ہو سکتی، بلند اور پست نہین ہوتی، اور کڑوی چیز بیک وقت میٹھی نہین ہو سکتی، گو یہ بھی کلیے ہین لیکن ان سب کی تحلیل اگر کیجائے تو انتہا یہی ہوگی کہ ہمنے مختلف رنگون، مختلف مزون، اور اسیطرح تمام کیفیات کا جو حواس سے ادراک کی جا سکتی ہین حواس کے ذریعہ سے ادراک کیا اور متباین کیفیات کو یکجا جمع ہوتے نہین دیکھا، پس ہمنے حکم لگا دیا کہ اجتماع ضدین نہین ہو سکتا اس پوری تقریر سے یہ معلوم ہوا ہوگا کہ علوم کلیہ علوم جزئیہ پر موقوف ہوتے ہین، یعنی اگر ہمین ایک قسم کے علوم جزئیہ نہون تو اُس قسم کے علوم کلیہ سے بھی ہمارا ذہن خالی رہے گا،

اوپر ہم بیان کر آئے ہین کہ تمام عقلاء کا اس بات مین اتفاق ہے کہ کوئی حاسہ دوسرے کا کام نہین انجام دے سکتا، پس اگر کوئی شخص اِن حاسون مین سے کسی حاسہ سے فطرتاً محروم ہو تو جو اشیاء اسی حاسہ سے ادراک کی جاتی ہین، ان کا علم اُسکو نہ ہوگا، مثلاً مادر زاد اندھے کو ان باتون کا علم نہین ہو سکتا جو قوت بصر سے ادراک کی جاتی ہین، اسی طرح بہرہ آوازون کا حال نہین جان سکتا، کیونکہ یہ کام قوت سامعہ کا ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی عائق کیوجہ سے یہ قوتین اپنا کام نہین کرتین، اگر تم آفتاب کیطرف دیر تک دیکھتے رہو تو تمہاری آنکھ چوندھیا جاوے گی، اور کچھ دیر تک تمہین اندھیرا اندھیرا معلوم ہوگا اور جو چیز تمہاری آنکھ کے سامنے ہوگی وہ دھندلی دکھائی دے گی یا بعض اوقات سخت نزلہ کیوجہ سے سونگھنے کی قوت اپنا کام نہین کرتی بس جو لوگ ان حاسون مین سے کسی حاسہ سے محروم ہوتے ہین وہ ان تمام چیزون کے ادراک سے بھی محروم ہوتے ہین جو اس حاسہ سے ادراک کیجاتی ہین اور اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ اُنکو اس قسم کے علوم کلیہ بھی حاصل نہین ہوتے اور جو تمام حواس سے محروم ہوتا ہے، وہ دنیا کا کوئی علم نہین حاصل کر سکتا"،

ہم یہان بغرض اختصار صرف تین نفسانی اصول پر اکتفا کرتے ہین اگرچہ حس کے متعلق اور بھی چند نفسانی اصول ہین، لیکن ہمارے مذکورۂ بالا بیانات سے انکو اتنا گہرا تعلق نہین ہے، تفریعات حس کے بیان سے فراغت پاکر اب ہم اس سوال پر آتے ہین کہ حس غلطی کیونکر کرتا ہے، اور حس کی غلطیون کے کیا اسباب ہوتے ہین،

حس کی غلطیان اور انکے اسباب[20] ہم اوپر حس کے متعلق یہ ایک نفسانی اصول بیان کر چکے ہین کہ

احساسات سازج یقینی اور بدیہی ہوتے ہین انمین شک وشبہہ کی گنجایش نہین ہوئی ہے
لیکن ہمارے نفسی حالات اسطرح پیچیدہ واقع ہوئے ہین، کہ اگر ہم ہوشیاری کے ساتھ
تمام کیفیات نفسیہ کی تحلیل کرکے ان مین باہم تفریق کرین، تو ہمارے علوم مین غلطی واقع
ہوجائے، احساسات مین اس قسم کے اختلاط اور اس قسم کی پیچیدگی کی ایک وہ مثال
ہے، جسے عرف عام مین التباس حواس کہتے ہین، قدماء یونان مین فلاسفۂ منکرین نے
اپنے فلسفہ کی بنا اسی اصول پر رکھی تھی کہ ہمارے حواس ادراک اشیاء مین غلطی کرتے
ہین، اسلئے ہمکو اپنے حواس پر اعتبار نہین، یہ فلاسفہ کہتے تھے کہ ہمارے حواس کو بعض وقت
چھوٹی چیز بڑی دکھائی دیتی ہے اور بعض وقت بڑی چیز چھوٹی دکھائی دیتی ہے اسیطرح
ان لوگون کے نزدیک التباس حواس کی ایک عام صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک بلند منارہ
کو سو گز کے فاصلہ سے تم دیکھو تو وہ تمھین مدور نظر آئے گا، لیکن اسی منارہ کو اگر ہم بیس
گز کے فاصلہ سے دیکھتے ہین تو وہ ہمکو مربع نظر آتا ہے حالانکہ وہ منارہ اصل مین نہ مربع
ہوتا ہے اور نہ مدور، مدوریہ اور تربیع کا علم جو ہمکو مختلف اوقات مین ہوا اسکی وجہ صرف
یہ ہے کہ ہمارے حاسہ نے ہمکو غلط اطلاع دی، اسی طرح یہ لوگ کہتے ہین کہ اگر تم سایہ
کو دیکھو تو تمھارا حاسہ تمکو یہ اطلاع دیتا ہے کہ سایہ ساکن ہے لیکن براہین ہندسیہ
سے قطع کرکے جو اسکے متحرک ہونے کی شہادت دیتے ہین اگر تم سایہ کو طویل مدت
تک نہایت غور سے دیکھتے رہو تو تمکو معلوم ہوگا کہ سایہ متحرک ہے اور اسوقت
سے اسوقت تک سایہ نے اپنی جگہ سے حرکت کرکے اتنی مسافت طے کی ہے،
یہ بھی ایک قسم کا التباس حواس ہے اسی طرح وہ کہتے ہین کہ یہ واقعہ اکثر پیش آتا
ہے کہ ہمارا وہم ہماری نگاہ کے سامنے ایک فرضی تصویر بنا کر پیش کر دیتا ہے خصوصاً

جب رنج وغم یا غیظ وغضب یا خوف کے جذبات ہم پر طاری ہوتے ہین تو اسوقت
نظام دماغی مین ایک خاص اختلال کے پیدا ہوجانے کے باعث اکثر التباس حواس کی
حالت بھی طاری ہوجایا کرتی ہے، فلاسفۂ منکرین کو التباس حواس پر نہایت اصرار
تھا اور انکے فلسفہ کی بنا بھی التباس حواس پر تھی اور چونکہ اس قسم کے واقعات اکثر پیش
آتے ہین جو معمولی نظر مین التباس حواس سمجھے جا سکتے ہین، اسلئے فلاسفہ سے لیکر عوام تک
مین یہ مشہور ہوگیا کہ حاسے ہمکو اکثر غلط اطلاع دیا کرتے ہین، یہانتک کہ اب فلسفہ کی نہایت
معتبر کتابون مین بھی ہمکو یہ مسئلہ نظر آنے لگا، کہ ہمارے حواس کو اکثر دھوکہ ہوجایا کرتا ہے
لیکن اگر تم ہمارے ان گذشتہ بیانات کو غور سے پڑھو جنکا تعلق کیفیت حس کی تشریح سے
ہے تو تمکو نظر آئے گا کہ اصل حس مین غلطی واقع ہونے کی کوئی وجہ نہین، ہمنے بیان کیا تھا،
کہ اجزاء حس تین ہین، (۱) کسی شئے کا حاسہ کے سامنے آنا یا اس سے مماس ہونا (۲) اعصاب
مین ایک لرزش کا پیدا ہونا (۳) اس لرزش کا کیفیت نفسی مین تبدیل ہونا، یہ تین اجزاء
حس مین ان اجزاء مین سے کس جزء مین غلطی واقع ہوسکتی ہے پہلے جزء مین ظاہر ہے کہ
غلطی کا احتمال نہین ہوسکتا اور گو اکثر یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ ہمارے نظام دماغی مین کسی
خاص اختلال کے پیدا ہوجانے کے باعث بعض وقت ہمارا حاسہ ہماری نگاہ کے سامنے
ایک فرضی غیر واقعی تصویر بنا کر پیش کرتا ہے اور ہم اس فرضی تصویر کی واقعیت پر ایمان
لے آتے ہین لیکن خارج مین ان تصاویر کی کوئی حقیقت نہین ہوتی اور گر ہم یہ سمجھتے ہین کہ
ہم ایک واقعی چیز کا ادراک کررہے ہین لیکن وہان درحقیقت خارج مین کسی شئے کا پتہ نہین
ہوتا یہ صرف ہمارے خیال کی کرشمہ سازی ہوتی ہے جو ایک غیر واقعی چیز کو ایک واقعی
صورت مین ہماری نگاہ کے سامنے پیش کرتا ہے، ان صورتون مین درحقیقت اصل حس تو کجا

حس کے پہلے ہی جزء کا وجود واقعی نہین ہوتا،

اسی طرح حس کا دوسرا جز (یعنی اعصاب مین ایک خاص لرزش کا پیدا ہونا) یہ بھی غلطی کے احتمال سے پاک ہے البتہ جب توازن دماغی مین اختلال پیدا ہوجاتا ہے تو اسوقت بیشک بلا مہیج خارجی کے ہیج کے اسباب مین آپ سے آپ تموج پیدا ہوجاتا ہے مثلاً حالت جنون اور سرسام مین یا جن لوگون کی قوت تخیل قوی ہوتی ہے انکو اکثر اس قسم کے واقعہ پیش آتے ہین، لیکن تخیل کی اتنی قوت وشدت بھی ایک حیثیت سے اختلال دماغی کی ایک خاص تشکل کا نام ہے، اسی طرح حس کے تیسرے جز مین بھی کسی غلطی کا احتمال نہین ہوسکتا بشرطیکہ یہ کیفیت نفسی دوسرے کوائف نفسانی سے ممتاز حالت مین رہے، چونکہ حس ایک بسیط کیفیت حسی کا نام ہے، جسکا وجود اپنی اصلی حالت مین بہت کم ہوتا ہے اور ہر علم حسی مین فطر واستنتاج کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور شامل ہوتا ہے، اسلیے اکثر کیفیت حس کو دوسرے کوائف نفسانی سے امتیاز کرنا بھی مشکل ہوتا ہے، پس بجز ان صورتون کے اصل کیفیت حسی اپنی ممتاز حالت مین غلطی سے بالکل پاک ہوتی ہے، حاصل یہ کہ گو یہ عام طور پر مشہور ہے کہ حواس اکثر غلطی کرتے ہین لیکن واقعہ یہ ہے کہ حواس کبھی غلطی نہین کرتے ہین، بعض محسوسات مین بے شبہہ غلطی ہوجاتی ہے لیکن وہ غلطی حاسون کی نہین ہوتی ہے بلکہ وہ غلطی تمہاری سمجھ اور تعبیر کی ہوتی ہے، حاسہ کے سامنے جو چیز ہوگی اس سے حس متاثر ہوگا، اور اس اثر کو نفس تک پہنچا دے گا اب اس نتیجے کے احساس کو دوسرے احساسات سے متمائز کرنا تمہارا فرض ہے اور یہ جو مثلاً کہا جاتا ہے کہ ایک منارہ سو گز کے فاصلہ سے مدور نظر آتا ہے لیکن بیس گز کے فاصلہ سے اسی منارہ کو اگر ہم دیکھتے ہین تو اب وہ مربع نظر آنے لگتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ منارہ خارج مین مربع

تھا اور مدور بلکہ یہ تدویر وتربیع محض التباس حواس کے نتائج ہین یہ خیال اس معنی کر کے تو بیشک صحیح ہے کہ تربیع وتدویر کے یہ احساسات جو ہمارے نفس مین پیدا ہوئے وہ ان تعلقات کا نتیجہ ہین جو ہمارے حاسہ کو ان اشیاء کے ساتھ مختلف اوقات مین پیدا ہوتے ہین لیکن اس سے یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ درحقیقت وہ منارہ مربع تھا مگر حاسہ نے اسکا غلط ادراک کیا، حقیقت یہ ہے کہ دونون صورتون مین تمہارے حاسہ نے جو شہادت تمکو پہونچائی وہ صحیح تھی پہلی صورت مین تمکو تدویر کا جو احساس ہوا تو اسکی وجہ یہ تھی کہ دوری کیوجہ سے تمہاری نظر پھیلی اور منارہ تمہین ایک ایسی حالت مین نظر آیا جسکو تم نے تدویر سمجھ لیا، پھر جب دوری کم ہوئی اور تمہاری نظر مین وسعت پیدا ہوئی تو اب تمہین وہ پہلی حالت سے مختلف حالت مین نظر آیا اور تمنے اس شکل کو مربع سمجھ لیا[1]، اس سے معلوم ہوا کہ حاسہ کی شہادت بے لوث اور غلطی سے پاک تھی، لیکن تدویر وتربیع کے نتائج جو تمنے پیدا کئے تھے وہ غلط تھے اور تمہارا حاسہ ٹھیک ٹھیک اپنے اصول وقوانین کے مطابق عمل کر رہا تھا، غرض مطلب یہ ہے کہ اسکی غلطی کے متعلق جو عام خیال لوگون کے ذہنون مین راسخ ہوگیا ہے وہ بے معنی ہے البتہ تعبیر احساسات مین اور اسیطرح حس کے نفسانی عمل مین بے شک غلطیان ہوجاتی ہین لیکن حس کا پہلا جز ہمیشہ غلطی سے پاک رہتا ہے، اور اگر کبھی اسمین غلطی بھی ہوجاتی ہے تو محض ایک فرضی واقعہ کی بناء پر یہ غلطیان جو غلط تعبیری یا کیفیت حسی کو دوسرے کوائف سے ممتاز نکرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہین، انکے چند اسباب ہین جنکو ہم ذیل مین بالتفصیل بیان کرتے ہین

[1] اس سے مراد نفس قرب وبعد یا نفس فاصلہ کی رویت نہین ہے کیونکہ زمانۂ حال کی تحقیقات کے مطابق فاصلہ کا حس رویت سے نہین ہوتا ہے،

(۲۱) حس کی غلطی کا پہلا سبب

(۱) ہم اوپر بتا چکے ہین کہ انسان کے معمولی حالات کے اندر حس کے اجزا مین کسی غلطی کا احتمال نہین ہو سکتا خصوصاً حس کے پہلے جزء مین تو کبھی غلطی نہین ہوتی یعنی ایسا نہین ہوتا کہ ہمارا حاسہ ہمکو غلط اطلاع دیتا ہو البتہ اگر انسان کے نظام دماغی مین اختلال پیدا ہو جاتا ہے تو اسوقت دماغی ترتیب کے الٹ پلٹ ہو جانے کی وجہ سے التباس حواس کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، یہانتک کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دماغی نظام کی بے ترتیبی سے جو شئے حاسہ کے سامنے نہین ہے اسکی ایک فرضی تصویر حاسہ کی سامنے آتی ہے، پھر اس قسم کے واقعات کے لئے یہ بھی ضروری نہین ہے کہ دماغی نظام مین کوئی بے ترتیبی پیدا ہو بلکہ یہ حالت اکثر اسوقت بھی پیش آتی ہے، جب ہمارے اوپر درد و غم، خوف، اور یاس وہراس کے جذبات کی شدت ہوتی ہے، اور کبھی اس قسم کا واقعہ اُسوقت بھی پیش آجاتا ہے، جب ہم عالم محویت مین کسی چیز کا تصور کر رہے ہون، اسی طرح اکثر یہ ہوتا ہے کہ رات کے وقت سناٹے مین ہمکو ایک خیالی صورت نظر آتی ہے جو ہمارے خیال کی پیدا کردہ ہوتی ہے لیکن ہم جن بھوت سمجھکر اس تصویر سے ڈر جاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم نے بھوت دیکھا، حالانکہ ہم درحقیقت بھوت کو نہین بلکہ ایک خیالی تصویر کو دیکھکر ڈر جاتے ہین، ان سب صورتون مین ہوتا یہی ہے کہ کسی خیال کی محویت، یا کسی خاص جذبہ کی شدت و قوت، یا کسی جسمانی یا دماغی بیماری کے باعث قوائے دماغی اور حواس کے توازن مین اختلال پیدا ہو جاتا ہے اور ہمارا حاسہ ایک فرضی تصویر اپنے سامنے پاتا ہے، جسکا درحقیقت وجود نہین ہوتا، بلکہ وہ تصویر خود دماغی اختلال کی بناء پر دماغ کی اندرونی اثرات کی ترتیب سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح اجزاء حس کے دوسرے اور تیسرے جزء مین بھی اکثر اختلال دماغی کے باعث اس قسم کی غلطیان پیدا ہو جاتی ہین، اور چونکہ حس کا دوسرا جزء اکثر حالتون مین پہلے جزء

کے تابع ہوتا ہے، اسلئے اکثر یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ حاسہ کے عمل مین اختلال یعنی کے پیدا ہوتے ہی ساتھ حس کے دونون آخری اجزاء مین بھی اختلال پیدا ہوجاتا ہے، حاصل یہ کہ جس واقعہ کو عام زبان مین التباس حواس کہتے ہین اسکا ایک نفسانی سبب نظام دماغی مین کسی قسم کے اختلال کا پیدا ہو جانا ہے،

(۲۲) حس کی غلطی کا دوسرا سبب

(۲) حس کی غلطی کا دوسرا بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے احساس مین اور اس شئے مین جس نے یہ احساس پیدا کیا ہے فرق نہین کرتے، جو علوم احساس سے پیدا ہوسکتے ہین انکے متعلق ایک یہ بات ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ احساس جو کسی شئے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ چیز جو اس احساس کی پیدائش کی باعث ہے یہ دونون الگ الگ چیزین ہوتی ہین، مثلاً ہم سفید کپڑا دیکھتے ہین کپڑے کی سفیدی ہمارے ذہن مین سفید رنگ کا احساس پیدا کرتی ہے، لیکن سفیدی کا احساس اور سفیدی یہ دونون دو مختلف چیزین ہین، مشکل یہی ہے کہ زبان مین سفید شئے کی صفت کے لئے سپیدی اور خود سپید شئے کے لئے سپید کے الفاظ تو موجود ہین، لیکن خارج مین ہمارے حاسہ کے سامنے سفید رنگ کے آنے سے سپید رنگ کا احساس جو ہمارے ذہن مین پیدا ہوتا ہے اس کے لئے زبان مین کوئی لفظ موجود نہین یہانتک کہ اسی خلط ملط کے باعث ہم اکثر اپنے بعض مرکب احساسات کی صورت مین اپنے حس کو خود وہ شئے سمجھ لیتے ہین جسنے یہ احساس ہمارے ذہن مین پیدا کیا ہے، پھر مسموعات مین مبصرات سے زیادہ اس قسم کا خلط ملط واقع ہوتا ہے، مسموعات مین مثلاً آواز ہے زبان مین آواز کا لفظ آواز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور پھر ہر قسم کی آواز کے لئے جدا جدا الفاظ بھی ہین پست، دھیمی، کرخت، تیز، بلند، سریلی، نغمہ، راگ، خوش الحانی، غرض آوازون کے معمولی معمولی فرقون کے لئے زبان مین متعدد الفاظ پیدا ہو گئے ہین، چونکہ آوازون کے یہ مختلف

فرق حاسہ کو جدا محسوس ہوتے ہین اور حس کو انہین باہم نمایان فرق محسوس ہوتا ہے اس لئے
انہین سے ہر ایک کیلئے زبان مین جدا جدا الفاظ ہو گئے مگر وہ احساس خود چونکہ اس شئے
سے زیادہ ممتاز نہین ہوتا، جسنے یہ احساس ذہن مین پیدا کیا ہے، اس لئے اس احساس
کے ادا کرنے کے لئے زبان مین کوئی لفظ نہین پیدا ہوا اور یہی خلط ملط ہے، جسکی وجہ
سے ہم برابر اپنی بول چال مین کہتے ہین کہ ہمنے مثلاً سفید کپڑا دیکھا یا ہمنے ایک آواز سنی
حالانکہ ہمارے ذہن مین جو سفید کپڑے کا احساس پیدا ہوا ہے یہ اور وہ سفید کپڑا جو خارج
مین ہے بالکل الگ چیزین ہین، دراصل ہوتا یہ ہے کہ سفید کپڑا ہمارے ذہن مین ایک
احساس پیدا کرتا ہے جسکو ہم سفیدی کا احساس کہتے ہین، اس قسم کی غلطی ہمسے برابر
بول چال مین صادر ہوتی ہے یہانتک کہ یہ غلطی اسقدر عام ہو گئی ہے کہ اسکا صدور
فلاسفہ سے بھی ہونے لگا ہے، چنانچہ ارسطو اور دیگر فلاسفہ یورپ اس بات کے
قائل ہو گئے کہ حس کے ذریعہ سے جو صورت ہمارے ذہن مین آتی ہے وہ اشیاء
خارجی کے مماثل ہوتی ہے، اس غلطی کی بنا یہ ہے کہ فلاسفہ اپنے احساسات اور ان
چیزون کے باہمی فرق کا لحاظ نہین کرتے جو احساسات کی پیدائش کے باعث ہوتے ہین
پس اگر ہم اپنے اندرونی احساسات اور اس شئے کے باہمی فرق صاف صاف ادراک
کر کے اس فرق کو محفوظ رکھین تو ہم بہت سی غلطیون سے محفوظ رکھ سکتے ہین،

حس کی غلطی کا تیسرا سبب (۳)

لیکن ان غلطیون کے علاوہ حس کی غلطی کا تیسرا بڑا سبب یہ ہوتا ہے
کہ اکثر حالتون مین احساس اور استنتاج دونون باہم مخلوط ہوتے ہین اور استنتاج
کی غلطی سے ہمارا احساس بھی غلط ہو جاتا ہے ہمارے احساسات مین یہ بڑی خرابی ہے
کہ کبھی استنتاج سے الگ ہو کر کسی نتیجہ پر وہ نہین پہونچتے یہانتک کہ ان دو کیفیات

نفسانی کا اختلاط اتنا بڑھا ہوا ہے کہ ہمارے احساسات مین دو حصے استنتاج اور ایک
حصہ احساس محض ہوتا ہے،

اس اختلاط کی ایک سادہ مثال یہ ہے کہ ہمارے سامنے ایک سفید میز رکھا ہے ہم
اسکو دیکھکر کہتے ہین کہ ہمنے سفید میز دیکھا بلاشبہہ ہمنے ایک مخصوص جسم اپنے سامنے دیکھا ہی
اور ایک خاص رنگ کا بھی احساس کیا ہے اور ان دونون چیزون سے ہمارے ذہن مین
دو احساس پیدا ہوئے ہین لیکن اب باقی رہی یہ بات کہ یہ جسم میز ہے اور یہ رنگ سفید
رنگ ہے یہ بات اس احساس سے نہین معلوم ہوئی احساس سے صرف امتداد مخصوص
اور لون مخصوص کا علم ہوا ہے، لیکن چونکہ بار بار تجربون سے ہمکو اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ
اس جسم کو میز اور اس رنگ کو سفید رنگ کہتے ہین، اس بنا پر ہمارے ذہن مین یہ خیال
پیدا ہوتا ہے، کہ ہمنے ایک سفید چیز دیکھی، اسی طرح ہم مثلاً ایک آواز دیوار کے پیچھے سے
سنتے ہین اور فوراً ہماری زبان سے نکلتا ہے کہ زید پکار رہا ہے، اور دراصل جو کچھ ہمنے سنا
وہ ایک آواز تھی لیکن یہ جو ہم کہتے ہین کہ یہ آواز زید کی ہے تو یہ محض اپنے سابقہ تجارب
کی بنا پر کہتے ہین، یا مثلاً ہم ایک پھول سونگھتے ہین اور کہتے ہین کہ ہمنے گلاب کا پھول سونگھا
حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہمنے گلاب کا پھول نہین سونگھا اور نہ یہ خوشبو گلاب کی خوشبو کی
ہے، ہمنے سونگھنے سے جس بات کا احساس کیا وہ ایک مخصوص قسم کی خوشبو تھی لیکن
یہ بات کہ یہ خوشبو گلاب کی تھی یا بیلہ کی یہ تجربہ پر منحصر ہے اگرچہ واقعہ یہی ہے کہ وہ گلاب
کا پھول اور وہ خوشبو بھی گلاب کی تھی لیکن سونگھنے سے صرف خوشبو کا احساس ہو سکتا ہی
خوشبوؤن کی تمیز نہین ہو سکتی اور ہم یہ تمیز جو کرتے ہین تو محض اپنے تجربہ کی بنا پر۔

حس کی غلطی کا چوتھا سبب (۴)

حس کی غلطی کا ایک بڑا سبب یہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزون کے متعلق کافی

علم حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ تمام حواس کی شہادتون کو جمع کیا جاے لیکن باوجود اسکے ہم ایسے موقع پر محض دو ایک حاسون کی شہادت کو فراہم کر کے اپنے حس پر یقین کر لیتے ہین اور اگر ہمارا یہ علم واقعہ کے خلاف نکلتا ہے تو ہمکو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے حاسہ نے غلطی کی حالانکہ ان صورتون مین ہمارا حاسہ غلطی نہین کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ قدرت کی جانب سے ہر حاسہ کا ایک ایک فرض متعین کر دیا گیا ہے، اس بنا پر یہ ناممکن ہے کہ صرف دو ایک حاسو نکی شہادت کسی شئے کے متعلق پورا علم حاصل کرنے مین کفایت کرے، اس قسم کی غلطیون کی ایک سادہ مثال یہ ہے کہ مثلاً تمہارے سامنے کوئی میوہ رکھا ہے فرض کرو کہ وہ ناسپاتی ہے ظاہر ہے کہ ناسپاتی مین چند مختلف اشیاء ہین جنکا تعلق ایک ایک حاسہ کے ساتھ الگ الگ ہے ناسپاتی کے رنگ استداد مخصوص اور شکل مخصوص کا علم حاسۂ بصارت سے ہوتا ہے اسکے مزہ کا علم چکھنے سے اسکے وزن کا حال چھونے سے دریافت ہوتا ہے، اور جب ان تمام حاسون کی شہادت کو ہم متفق پاتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ ناسپاتی کا پھل ہے، لیکن بخلاف اسکے فرض کرو کہ تمنے اس پھل کو جو تمہارے سامنے رکھا ہے ایک نظر دیکھا اور چھوا اور فوراً یہ کہدیا کہ یہ سیب کا پھل ہے ظاہر ہے کہ اس صورت مین تمہارا یہ حکم واقعہ کے یقیناً خلاف ہوگا کیونکہ تمنے حاسون کی شہادتونکو فراہم کرنیکے بعد یہ راے نہین قائم کی اور اگر تم عام حاسون کی شہادتون کو فراہم کر کے یہ راے قائم کرتے تو کبھی تمکو یہ دھوکہ نہ ہوتا۔

احساسات مرکبہ[۲۵] | لیکن حس کی اس قسم کی غلطیون کی حقیقت سمجھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ پہلے ہم یہ دریافت کرلین کہ مختلف حواس کی شہادتون کو کسطرح جمع کیا جاتا ہے اور ان شہادتونکے فراہم کرنے کی ضرورت کن احساسات مین ہوتی ہے۔

اوپر تمہین یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہمارے حاسہ کے سامنے جو شئے آتی ہے وہ ہمارے ذہن کے

اندر ایک خاص تغیر پیدا کر دیتی ہے اسی تغیر کو احساس کہتے ہین، نیز یہ کہ جسطرح نفس کو اپنے وجود کا علم ہوتا ہے اسی طرح جو تغیرات ذہنی دنیا مین پیدا ہوتے ہین انکا علم بھی نفس کو ہو جاتا ہے، لیکن پے در پے احساسات جو نفس مین پیدا ہوتے ہین انکی حالت متواتر اور تعاقب کے اعتبار سے شعلۂ جوالہ اور ترکیب وتحلیل کے اعتبار سے جواہر کیمیاوی کی ایسی ہوتی ہے ایک شعلہ کو اگر تم جلدی جلدی گھماؤ تو چونکہ شعلہ تمہاری نظر کے سامنے سے بار بار گذرتا ہے اسلئے تم اسکو دائرہ سمجھتے ہو، حالانکہ وہ دائرہ نہین ہوتا بلکہ ایک چنگاری یا ایک شعلہ ہوتا ہے اسی طرح اگر تم چند جواہر کیمیاوی کو باہم ممزوج کردو تو اُنسے ترکیب پاکر ایک نیا جوہر پیدا ہو جائے گا بعینہٖ یہی حالت ان مختلف اور پے در پے گذرنے والے احساسات کی ہوتی ہے کہ متواتر وقوع پذیر ہونے کے بعد نفس مین یہ سب مجتمع ہو جاتے ہین، لیکن ان متواتر احساسات کا وقوع نفس مین دو طرح پر ہوتا ہے اگر نفس مین ان احساسات کا وقوع اس طرح پر ہوا ہے کہ نفس مین ان مختلف احساسات کے اجتماع سے ایک نئے احساس کی تشکیل ہوگئی ہے تو ان سب کے مجموعہ سے نفس کو اس شئے کا علم ہوتا ہے جو حواس کے سامنے ہو، اور اگر بجاے اسکے نفس مین برابر مختلف احساسات کی پیدائش کا سلسلہ دیر تک جاری ہے تو اس تسلسل کی بنا پر ان احساسات کے اجتماع سے نفس مین ایک واقعہ کا خیال پیدا ہوتا ہے غرض دو نفسی واقعات ہین جو احساس مین ترکیب پیدا کرتے ہین۔

ان واقعات نفس کی حقیقت کو مثال مین یون سمجھو کہ مثلاً تمہارے سامنے نارنج رکھا ہوا ہے نارنج مین مختلف چیزین ہین اسکا رنگ ہے جو دیکھنے سے نظر آتا ہے اسکا مزہ ہے جسکا علم چکھنے سے ہوتا ہے اسکی خوشبو ہے جسکا ادراک سونگھنے سے ہوتا ہے اسکے وزن کا چھونے سے غرض یہ مختلف چیزین ہین جنکا احساس ایک ایک حاسہ سے الگ الگ

وقت مین ہوتا ہے اور جب یہ تمام احساسات تمہارے نفس مین جمع ہوجاتے ہین، تو ان احساسات کے اجتماع سے تمہارے ذہن مین ایک نیا خیال ایک خاص چیز کا پیدا ہوتا ہے اور جب تم اس نئے خیال کو نارنج کے سابقہ تجارب کے مطابق پاتے ہو تو تم کہتے ہو کہ یہ پھل جو ہمارے سامنے رکھا ہے نارنج ہے، اس مثال مین تمنے دیکھا کہ یہ سب احساسات باہم مختلف تھے لیکن انکے اجتماع سے ایک خاص خیال پیدا ہوا ہے جو کسی ایک احساس کا نتیجہ نہین ہے بلکہ اس خیال کے پیدا کرنے مین ان تمام احساسات کو دخل ہے، یہی حالت جواہر کیمیاوی کی ہوتی ہے، کہ ہر ہر جز اپنی جگہ پہ گو علحدہ ہوتا ہے لیکن جب ان تمام اجزا کا باہم امتزاج ہوتا ہے تو اسوقت ایک نئی چیز پردہ عدم سے نکل آتی ہے، اسی طرح دوسری مثال مین دیکھو مثلاً سفید رنگ ہے جو بظاہر تنہا احساس معلوم نظر آتا ہے لیکن درحقیقت یہ احساس سات قسم کے الوان منشوری کے احساسات کے اجتماع سے ذہن مین پیدا ہوا ہے،

سورۂ یوسف کے ایک واقعہ کی تفسیر[1]

(از مولوی مناظر احسن صاحب بہاری، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن)

عقلی اور ذہنی اعتبار سے اس قصہ مین جتنی الجھنین پیدا کی گئی تھین، اس مین کوئی شبہ نہین کہ تبصرۂ شیروانیہ سے انکا بالکلیہ ازالہ ہوجاتا ہے، اسکے بعد شاید کسی اضافہ کی ضرورت بھی نہین رہی تھی، لیکن چونکہ تفسیر جدید مین بعض قرآنی قرائن سے تائید حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ہم چاہتے ہین، کہ اسکا بھی فیصلہ کر دیا جائے، اور پھر دکھا دیا جائے کہ نصوصی اشارات بھی واقعہ کی کس شکل کی تائید کرتے ہین، مندرجہ ذیل ملاحظات مین غور فرمایا جائے،

(۱)

واقعہ کی جو تصویر تفسیر جدید مین دکھائی گئی ہے، اسکی صحت وسقم کی تحقیق کے لئے ہمارے خیال مین سب سے پہلے اسکی ضرورت ہے، کہ اس سوال کی تنقیح کر لی جائے،

"آیا زنان مصر کو مجلس زلیخا مین شریک ہونے سے پہلے صرف زلیخا کے عشق و محبت کا علم تھا، یا اسکے ساتھ وہ یہ بھی جانتی تھین کہ یوسف علیہ السلام اس سے راضی نہین ہین، اور اسکے ہاتھے نہین چڑھتے"،

یقیناً سوال کا پہلا جز یعنی زلیخا کے عشق و فریفتگی کا علم قرآن حکیم سے ثابت ہے، جیسا کہ قرآن ان عورتون کی زبانی ناقل ہے؛

[1] اس مضمون کو پڑھتے وقت مولانا شروانی کے مضمون مندرجۂ معارف بابت ماہ جنوری کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے، یہ مضمون گویا اسکا تکملہ ہے

وقال نسوة فی المدینة امرأة العزیز تراود فتاها عن نفسه قد شغفها حبا انا لنراها فی ضلل مبین،

اور شہر کی چند عورتون نے کہا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو چاہتی ہی محبت اسکے دلمین اتر گئی ہی اور ہمین اسکو کہلی گمرہی مین دیکہتی ہون (یعنی عزیز کی بیوی ہو کر ایک کنعانی غلام پر مرتی ہے،)

زنان مصر کے اس مقولہ سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقط زلیخا کی الفت و فریفتگی سے مطلع ہو چکی تھین، لیکن سوال کا دوسرا جز، یعنی یوسف علیہ السّلام پر زلیخا قابو پاسکی ہے یا نہین، کوئی شبہہ نہین کہ قرآن مجید کے کسی لفظ سے اسکا سراغ نہین ملتا، حالانکہ اس تفسیر کی صحت کا سارا دارومدار اسی جز، کے ثابت ہونے پر ہے، ان عورتون کا یہ طعنہ کہ زلیخا اس لڑکے کو کیون نہین پرچالیتی ایک لونڈے کا بہلا لینا کتنی بڑی بات ہے اور پھر انہین طعنون سے متاثر ہو کر زلیخا کا بنظر کامیابی انکو بلانا، اسکے بعد سازشی مشورہ، اور مشورہ کے بعد مجلس کی ساری زہد شکن ایمان سوز تدبیرین، حتی کہ ہاتھ کاٹ کر یوسف ؑ کو سزا کی دھمکی دینی، وغیرہ وغیرہ کیا اس امر پر مبنی نہین ہین، کہ جہان زنان مصر کو عشق زلیخا کا علم تھا، اسی کے ساتھ اعراض یوسف سے بھی باخبر ہو چکی تھین، اگر ہم اس جز، کو بین تقریرے باہر نکال لیتے ہین، تو اس مین کوئی شبہہ نہین کہ جدید مفسر کی ساری کی کرائی محنت یکایک برباد ہو جاتی ہے، اور انشاءاللہ ہم یہی کرینگے،

آپ قرآن مین غور کیجئے، ادنیٰ تامل واضح ہو سکتا ہے کہ یقیناً ان عورتون کو یوسف ؑ کے اعراض کا علم اس مجلس سے پہلے کبھی نہین تھا، وہ زلیخا کی لگاوٹون کو جانتی تھین، لیکن انکی جانب سے بالکل خالی الذہن تھین، کہ آخر یوسف ؑ کا اسکے ساتھ کیا برتاؤ ہے،

تفصیل اسکی یہ ہے کہ مجلس دعوت مین یوسف ؑ کو دیکھ کر جب عورتون نے

ماهذا بشرا ان هذا الا ملك كريم

یہ آدمی نہین ہے، یہ تو ایک شائستہ فرشتہ ہی،

کا فیصلہ صادر کیا، تو اسکے بعد زلیخا ان سے یہ کہہ کر کہ یہی وہ ہے، جس پر تم ملامت کرتی تھین، یہ خبر دیتی ہے،

ولقد راودته عن نفسه فاستعصم

مینے اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ بچتا رہا،

صاف ظاہر ہے، کہ اگر یوسف علیہ السّلام کے اعراض و استعصام کا علم ان عورتون کو اس سے پہلے ہو چکا تھا اور اسی اعراض و تقویٰ کو توڑنے کے لئے وہ ابھی ابھی ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا کر فارغ ہوئی تھین تو پھر ان ہی عورتون کو مخاطب بنا کر زلیخا یہ کیا کہنے بیٹھی ہے کہ "مین اسے بہت پھسلاتی ہون لیکن یہ نہین مانتا" کیا مجلس مین جواب تک کارروائی ہوئی تھی، وہ اسی لئے نہین ہوئی تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ جدید تفسیر کو سامنے رکھنے کے بعد زلیخا کا یہ جملہ بالکل مہمل سا نظر آتا ہے، اور یہ سارا قصور اسکا ہے کہ ہمارے مفسر صاحب نے خواہ مخواہ استعصام کے علم کو ان عورتون کے سر تھوپ دیا ہے، ورنہ قدماء مفسرین نے قصہ کی جو ترتیب لکھی ہے، ان سے یہ بے ربطیان بالکل پیدا نہین ہوتین

(۲)

زلیخا یہ کہکر کہ "یہ نہین مانتا"، یوسف علیہ السّلام کو دھمکی دیتی ہے،

وان لم یفعل ما آمره لیسجنن ولیکونا من الصاغرین

اگر اس نے وہ نہین کیا جسکا مین حکم دیتی ہون، تو یہ قید کیا جائیگا اور ذلیل لوگون مین ہو جائے گا۔

یوسف ؑ اس دھمکی کو سنکر یکایک چیخ اٹھتے ہین، اور یعقوب ؑ کے خدا کو پکارنے لگتے ہین۔

رب السجن احب الی مما یدعوننی الیه وان تصرف عنی

اے میرے پروردگار! قید خانہ مجھے گوارا ہی اس سے جدھر یہ عورتین مجھے بلاتی ہین، اور اگر آپنے ان چال کو

گید من اصب الیھن واکن — دور نہین فرمایا، تومین انکی طرف مائل ہوجاؤنگا

من الجاھلین، — اور جاہلون مین ہوجاؤنگا،

ذرا دیکھنا! یوسفؑ پر ایک عورت نہین چند عورتین اور پھر وہ بھی مصر کی مشاق شاطرہ عورتین، ہر چہار طرف سے یوسف کو گھیرتی ہین، خدا جانے کن کن طریقون سے انکو اپنی طرف ریجھاتی ہین، اور اخیر مین یہ کہ چھری لے کر اپنے ہاتھون کو لہولہان کرلیتی ہین اور پھر اس واقعی جرم کو بنا کر اب کہتی ہین، کہ "دیکھہ مان جا! ورنہ ہم ان زخمون کو دکھا کر تجھے مجرم بنا ئینگے، سزا دلا ئینگے،" اللہ اللہ اسوقت تو یوسفؑ بالکل خاموش ساکت وصامت بنے کھڑے رہتے ہین، نہ چیختے ہین، نہ چلاتے ہین، نہ اپنے خدا کو پکارتے ہین، کچھ نہین، لیکن جب وہ عورتین تھک کر بیٹھ جاتی ہین اور زلیخا انسے اپنا دکھڑا رو لینے بیٹھتی ہے اور اسی سلسلہ مین ضمنی طور پر انکو بغیر کسی سازشی ثبوت کے یون ہی دھمکی دیتی ہے کہ مین تجھے قید کر دونگی یا رسوا کردونگی، تو یکایک آپ چیخ اٹھتے ہین، اور اپنے کو اسدرجہ بے تاب پاتے ہین کہ خدا کو اپنا یہ آخری پیغام پہونچا دیتے ہین کہ اگر آپ نے مجھے نہین بچایا تو مین انکی طرف مائل ہوکر جہالت کی باتین کر گذرونگا،

انکی یہ دعا کس قدر بے محل اور بے موقعہ معلوم ہوتی ہے؟ اور یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ تفسیر جدید مین خواہ مخواہ یہ فرض کرلیا گیا تھا کہ یوسفؑ کو ان عورتون نے بھی دھمکیان دی تھین، بہرحال یوسفؑ کا زلیخا کی دھمکی کے بعد دعا کرنا اس بات کو چاہتا ہے کہ اس سے پہلے آپکو اس مجلس مین کسی قسم کی دھمکی وغیرہ نہین دی گئی اور یہی اقدمین رحمہم اللہ اجمعین کا خیال عالی ہے، ورنہ اس دعا کو بجائے زلیخا کی دھمکی کے زنان مصر کی ہنگامہ آرائیونکے بعد ہونا چاہیے تھا۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت یوسفؑ نے اپنی دعا مین جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کید مین تمام عورتین شریک تھین،

بلاشبہہ ایسا معلوم ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کید قطع ید وغیرہ تھا، اسکا بھی کوئی ثبوت ہے؟ ہم کہہ سکتے ہین جیسا کہ امام رازی کا بھی خیال ہے، اور خود دعا، کا زلیخا کی دھمکی کے بعد واقع ہونا اسکو چاہتا ہے کہ جب زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو قید اور ذلت کی دھمکی دی تو زنان مصر جنکو زلیخا کی مجبوریون پر رحم آچکا تھا، اور جنکی ملامت اب عنایت سے بدلگئی تھی اسی طرح یوسفؑ کے معصومانہ حسن دلکش، نبوی کشش وجذبے نے بھی انپر اثر کیا، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے، کہ وہ یوسف علیہ السلام کو سمجھائین، اور قرینہ چاہتا ہے کہ انھون نے یوسف علیہ السلام کو کہا ہوگا کہ میان لڑکے! دیکھو اپنی ضد سے باز آؤ، اپنے اوپر رحم کرو، ورنہ یہ دیوانی عورت خدا جانے تمہارے ساتھ کیا کچھ کر گذرے، تم اب مجبوریون کے حکم مین ہو، اور حالت مجبوری مین تو ناجائز سے ناجائز چیز بھی انسان کے لئے جائز ہوجاتی ہے، جب اس قسم کے خطرہ مین آدمی مبتلا ہوجاتا ہے، تو اسوقت اسکے فعل پر مواخذہ نہین ہوتا الی غیر ذلک۔

واقعہ یہ ہے، کہ یوسفؑ کی وہ دعا، اور خداوند تعالی کو اس یاس انگیز انداز سے پکارنا کہ اگر آپ نے نہین بچایا تو مین گیا،" ناممکن ہے کہ بغیر اس قسم کی کیا دیون کے وقوع پذیر ہو، تقوے وورع کی قوت جذبات کے ہیجان کو تھام سکتی تھی، اور تھامتی ہے لیکن عقل پر جب حملہ ہوجاتا ہے، اور وہ مغلوب ہونے لگتی ہے تو اسوقت انسان کی کوئی قوت اسے نہین بچا سکتی، اسوقت وہ صرف بشریت سے بالاتر قوت کا محتاج ہوجاتا ہے،

اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کے محض جذبات کو مغلوب کرنے کی کوشش زلیخا کی طرف سے عمل مین آرہی تھی، جیسا کہ قصہ کے اجزاء سابقہ سے معلوم ہوتا ہے، لیکن اب جبکہ زلیخا

انکی قید کا فیصلہ کر چکتی ہے، اور ہر طرح کی رسوائی پر آمادہ ہے، پھر یہ عورتین حضرت یوسفؑ کی بہی خواہ بن کر انکی عقل سے یہ اپیل کرتی ہین جسکا حاصل یہ تھا کہ انکا تدین و اتقا، کبھی مغالطہ مین آجائے، اور انکی عقل بھی درست نہ ہے، یہ وقت تھا کہ اب یوسفؑ اپنے کو بالکل خدا کے سپرد کر دین، اور انھون نے یہی کیا، انکا اخیر دعا، مین من الجٰھلین کہنا بھی یہی چاہتا ہے، کہ اب اپنی علم و عقل کو مغلوب ہوتی ہوئی پا رہے ہین،

اس تشریح کے بعد دعا، بھی ٹھیک موقع پر آجاتی ہے اصب الیھن کا مطلب بھی واضح ہوجاتا ہے، یعنی مین انکی باتون کی طرف مائل ہوجاؤنگا، کیدھن یدعوننا وغیرہ کی جمعیت کا راز بھی واشگاف ہوجاتا ہے، اور نہ صرف یہی بلکہ آئندہ کلام مین حضرت یوسفؑ نے جو کیدھن علیھم فرمایا اسکی تفسیر بھی معلوم ہو جاتی ہے پھر بادشاہ کے آدمی کا ان عورتونسے راودتن بصیغہ جمع کہنے کا بھی مطلب معلوم ہوجاتا ہے کہ جب تملوگون نے یوسف علیہ السلام کو پھسلانا چاہا یہ اسلئے کہ گویا زلیخا کے لئے اب سب پھسلا رہی تھین، اور اسکی تائید اس سے ہوتی ہے، کہ اگر یہ عورتین اپنے لئے پھسلاتین، ان کا پھسلانا زلیخا کے لئے نہوتا، تو خواہ مخواہ زلیخا کو اس کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ انا راودتہ عن نفسہ گویا وہ بھی یہی بیان کرتی ہے، کہ در اصل مین اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی تھی، باقی ان عورتون نے بھی جو مراودت کی وہ بھی ہمارے لئے تھی، رہا قید خانہ سے نکلنے کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان عورتون کو قطعن ایدیھن سے کیون موصوف کیا اور جدید مفسر صاحب نے اس سے یہ سمجھنا چاہا ہے کہ حضرت یوسفؑ جرم قطع مین قید خانہ گئے تھے (میلیلہ) وہ اس کی تحقیق کا حکم دیتے ہین اسکا جواب آگے آتا ہے

(۳)

قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا، نقل کرنے کے بعد خبر دیتا ہے۔

فاستجاب لہ ربہ فصرف عنہ کیدھن

پھر یوسفؑ کے پروردگار نے انکی دعا قبول کی اور انکے کید کو دور فرمایا۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ دعا مستجاب ہوئی، اب سوال یہ ہی کہ اگر ان عورتونکی کید یعنی ساختہ زخمونکی بدولت حضرت یوسفؑ کو زندان مصر کا منہ دیکھنا پڑا، تو پھر صرف کید کیا معنی؟ اور دعا، مستجاب ہوئی تو کیا ہوئی؟

اس سے قطعاً معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت یوسفؑ کا قید خانہ جانا کسی اور وجہ سے واقع ہوا، جسکا پتہ اگرچہ ہمکو نہ ہو[1]، تاہم اسقدر ضرور ہے، کہ مفسر جدید کی اختراعی زخم جنکو انھون نے عورتون کا کید قرار دیا، یہ وجہ تو قطعاً نہ تھی، ورنہ قرآن مجید کی خبر مین صریح کذب کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔

علاوہ اسکے اگر حضرت یوسف پر بھی مقدمہ دائر ہو گیا تھا، اور حکام کے سامنے یہ ثابت کر دیا گیا کہ اس کنعانی غلام نے شرفاء و اعیان مصر کی خاتونون پر ناجائز حملہ اسطرح کیا کہ آخیر مین چھری سے ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے، تو مین نہین سمجھتا کہ حکومت فرعونیہ جو بنی اسرائیل کے معصوم بچون کو تہ تیغ کرنے مین کبھی نہین شرمائی وہ اتنے قوی جرم کی سزا صرف لیسجننہ حتی حین دیتی ہے، جسکا مطلب یہ ہے کہ میعاد مقررہ تک وہ قید کی سزا بھگتین، حالانکہ قرائن کا مقتضے یہی ہے کہ ایسے غلامون (جو اپنی جان

[1] ممکن ہی اور جیسا کہ مفسرین لکھتے ہین، کہ اس واقعہ کے بعد یوسف علیہ السلام کے حسن کا چرچا اور پھیلا عورتون نے اپنے چشم دید حالات بیان کرنے شروع کئے فتنہ کا خوف ہوا پھر زلیخا کی طبیعت مین سکون پیدا کرنا بھی منظور تھا، ساتھ اسکے یہ بھی سمجھا گیا کہ کچھ دنون کے لئے اگر یوسفؑ امارت سے نکالکر قید خانہ بھیجے جائینگے، تو انکے روز افزون حسن مین گو نہ کمی واقع ہوگی وغیرہ یہ دیکھ بھال کر مصریون نے انکو قید خانہ

کے مالک نہین ہوتے تھے) کو قتل سے فروتر سزا دیتی، خلاف عقل ہے اور پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ زخم بنا بنایا تیار تھا، اور مقدمہ بھی عصمت دری کا، اور ایک عورت کا نہین چند کا، مدعی علیہ بچارا غلام، اسکی مالکہ زلیخا، (جس سے پالائش کی امید ہوتی) وہ اس پر دعوے دائر کرتی ہے لیکن خدا جانے حکام کیا سوچتے ہین، کہ اولا فیصلہ بھی اپنا ہلکا دیتے ہین اور ایک زمانے کے بعد دیتے ہین جیسا کہ ثم بعد ما رود الایات مین لفظ ثم کا مقتضی ہے بحالیکہ تراضی کی ظاہرا کوئی وجہ نظر نہین آتی،

رہا آیات سے عورتون کے زخم مراد لینے مین اسکا جواب دون، یا ہنس کر چپ ہو رہون

(۴)

اگر یوسف علیہ السلام کے اس جملہ

ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیھن۔ — ان عورتون کا کیا بیان ہی جنھون نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے،

کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام یہ دریافت کرنا چاہتے ہین کہ جن عورتون کے ہاتھ کاٹنے کے جرم مین مجھے قید خانہ بھیجا گیا ہے، انکا کیا حال ہے؟ تو بادشاہ کے قاصد کو ان عورتون سے جا کر یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ کیا واقعی یوسف علیہ السلام نے تمہاری عصمت پر حملہ کیا تھا، اور اسی بنا پر انھون نے تمہارے ہاتھ کاٹے تھے؟ اسکے جواب مین اگر وہ عورتین اپنے کئے پر پشیمان ہو چکی تھین تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ نہین یوسف کا کوئی قصور نہین، ہم نے سازش کر کے خود اپنے زخم بنائے تھے مگر قرآن مجید بجائے اس سلسلہ کے جو بات نقل کرتا ہے وہ یہی کہ قاصد ان سے پوچھتا ہے کہ تم یوسف کو جب پھسلا رہی تھین، تو اسوقت اسکا کیا حال تھا،؟ عورتین جواب مین کہتی ہین کہ ہم نے اس

مین کوئی برائی نہین پائی۔

حالانکہ تفسیر جدید مین یوسف علیہ السلام کے سوال مین جو مطلب پہنایا گیا ہے اس سے ان جوابون کو کیا تعلق؟

بلکہ ظاہرا اسکا مطلب وہی ہے جو عالمہ مفسرین لکھتے ہین کہ چونکہ یوسف علیہ السلام کے حسن کا چرچا پھیلا، تو حکام وقت کو خطرہ ہوا کہ کہین یوسف ؑ کی بدولت کوئی فتنہ نہ پھیلے، شریف خاتونین اس کنعانی غلام کے ہاتھون کہین برباد نہون، اور اسی لئے انکو جیل سپرد کر دیا حالانکہ یوسف ؑ کا کیا قصور تھا؟ مستحق جیل اگر ہو سکتی تھین تو مصر کی عورتین مگر بہرحال بدگمان ہو کر لوگون نے انکو قید خانہ بھجدیا تھا، اب جبکہ بادشاہ کی طرف سے انکی رہائی کا پیغام آیا تو اپنے مناسب خیال کیا کہ اس بدگمانی کا ازالہ کر کے جیل سے باہر نکلون آپنے خیال فرمایا کہ پاکبازی کی شہادت ان عورتون سے بڑھکر اور کون دے سکتی ہین، جنکے سامنے عزیز مصر کی بیوی نے اقرار کیا ہے۔ کہ

لقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم، — مین اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہون، لیکن یہ بچتا رہا،

ان عورتون کو خوب معلوم ہے کہ زلیخا نے مجھے کن کن طریقون سے گھیرنا چاہا مگر مین راضی نہین ہوا تھا، نہ صرف زلیخا بلکہ ان عورتون نے بھی مجھے اسوقت سمجھایا تھا، مگر اسوقت میرے طرز عمل کو ان عورتون نے خوب دیکھا تھا، بہرحال اسلئے آپنے ان عورتون کا پتہ دیا، اور اسی لئے قاصد نے بھی ان عورتون کے ہاتھ کاٹنے کی تحقیق نہین کی، بلکہ یہ پوچھا کہ جب یوسف کو پھسلایا جا رہا تھا تو تم نے انکو کیسا پایا، انھون نے سچا اظہار دیا، اور اسکے بعد زلیخا نے بھی کہدیا، کہ یوسف کا کوئی قصور نہین، بلکہ

انا راودته عن نفسه وانه لمن الصادقین — مین نے اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، اور یوسف سچون مین ہے،

(۵)

جدید تفسیر مین حدیث انکن لصواحب یوسف سے بھی استدلال کیا گیا ہے، اسلئے مین بھی اسکے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہون،

بات یہ ہے کہ اس حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض امہات المومنین رضی اللہ تعالی عنہن کو یوسف علیہ السلام کی ان عورتون سے تشبیہہ دی ہے، اب سوال وجہ شبہہ مین ہے، ہمارے جدید مفسر صاحب کا خیال ہے کہ ان بیحیا عورتون نے یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ بُرے فعل پر مجبور کرنا چاہا تھا اور اسی لئے ہاتھ کاٹ لیا کہ یہ آخری صورت یوسف ع کے خراب کرنے کی تھی، اور العیاذ باللہ اسی بیہودہ اور فحش صفت کو آپ وجہ شبہہ قرار دیکر آیت تطعن ایدیھن کا مطلب حسب مدعا نکالنا چاہتے ہین، مین اس جرات و دلیری کے متعلق کچھ عرض نہین کرتا، والی اللہ المشتکی باقی ہمارے نزدیک تو یہ حدیث خود اس بات کی دلیل ہے کہ جسطرح ان عورتون نے سمجھا بجھا کر حضرت یوسف ع کو امر حق سے روکنا چاہا تھا اسی طرح امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو امر حق (یعنی امامت ابی بکر رضی اللہ تعالے عنہ) سے باز رکھنا چاہا تھا، آپ نے اس مناسبت سے فرمادیا، "انکن لصواحب یوسف" اور یہ تشبیہہ بالکل صحیح ہے

ھذا ما عندی واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

فلسفۂ عروج وزوال اسلام

یا

مسلمانون کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی

از مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

عالم کائنات کا ذرہ ذرہ تغیر و انقلاب کا پیکر ہے، پیر میخانۂ فطرت جب آسمان کی بزم رنگین مین ایک جام زرنگار کو گردش دیتا ہے، ساقی بزم الست جب شفق کی ارغوانی شراب سے خمخانۂ شب کو لبریز کرتا ہے، دریا جب جوش و غرور کے عالم مین موجون کے ذریعہ سے اپنی پیشانی پر بل ڈالتا ہے، حباب جب اپنی ہستی کے اعلان کے لئے سطح آب پر سر اٹھاتا ہے، پھول جب دور مستی کی حالت مین اپنے گریبان کو چاک کرتا ہے، سرو صنوبر جب شاہدان چمن کے جھرمٹ مین اپنی گردن کو بلند کرتے ہین، موتی جب دریا کے باہر آکر اپنی آب و تاب سے چشم اختر کو خیرہ کرتا ہے، تو ان دلفریب مناظر کو دیکھکر عالم کا ذرہ ذرہ رقص کرنے لگتا ہے، لیکن کیا یہ حالت ہمیشہ قائم رہتی ہے؟ نہین، بلکہ آفتاب زرنگار چہرۂ عاشق کی طرح زرد ہوجاتا ہے، گلگونۂ شفق کافور کی طرح اُڑ جاتا ہے، دریا کا بل چشم ماہتاب کی طرف ایک گردش نکالدیتی ہے، حباب کا پیالۂ دیدۂ عاشق کی طرح چھلک جاتا ہے، پھول نشۂ غفلت کو کھو کر گردن مینا کی طرح جھک جاتا ہے، سرو صنوبر اپنی خودبینی سے پشیمان ہوکر پست ہوجاتے ہین، موتی خاک کے ذرون مین رل مل کر اپنی آب و تاب کو کھو دیتا ہے،

عالم مادیات کی طرح عالم روحانی بھی تغیر و انقلاب کا مظہر ہے، آسمان کا دور لیل و نہار کی

گردش، زمانہ کے انقلابات اسکے ہر ہر ذرہ پر اثر کرتے ہین، اور وہ ان سے نہایت شدت کے ساتھ متاثر ہوتا ہے، ایک قوم معمورۂ ارض کے کسی گوشہ مین قعر مذلت مین پڑی ہوتی ہے، فطرت کا ہاتھ اُسکو گوشۂ گمنامی سے کھینچ لاتا ہے، وہ اُٹھتی ہے، اُبھرتی ہے، پھلتی ہے، پھولتی ہے اور پھر اپنی عمر طبعی کا زمانہ ختم کرکے ہمیشہ کے لئے پردۂ عدم مین چھپ جاتی ہے، مصری اُٹھے اور چہرۂ کائنات کو اپنی تہذیب کے رنگ و روغن سے رنگین کردیا، بابلی اُبھرے اور دنیا کے ذرہ ذرہ کو آفتاب تمدن کے نور سے چمکا دیا، فینقی نکلے اور سطح سمندر کو اپنی بحری قوت کی نمائشگاہ بنا دیا، یونانی آے اور دنیا کو علوم و فنون سے بھر دیا، مسلمان اُٹھے اور عالم مادی کے قالب مین مذہب و اخلاق کے ذریعہ سے جان ڈالدی، لیکن کیا ان قومون مین سے کوئی قوم بھی آج اپنی زندگی کا ثبوت پیش کرسکتی ہے؟ یقیناً نہین کرسکتی، اور جب یہ تمام قومین اپنی زندگی کا دور ختم کرچکی ہین تو ہم کو اُن علل و اسباب کی جستجو کرنی چاہیئے، جنکو قومون کی ترقی و تنزل، عروج و زوال، اور تغیر و انقلاب مین حقیقی طور پر دخل ہوتا ہے،

دنیا کی تمام قومون کی طرح مسلمانون کی ترقی و تنزل کے بھی کچھ اسباب ہین، جنکو علماے اسلام نے مختلف پیرایہ مین بیان کیا ہے، اور اگرچہ ابن مسکویہ نے اسلام کے قرن اول کو سلسلۂ علت و معلول سے الگ رکھا ہے، تاہم اُسکے نزدیک بھی زمانۂ مابعد کے واقعات اسی سلسلہ مین داخل ہین، کیونکہ

"دنیا کے واقعات ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہین اور اسکے واقعات مین باہم تناسب ہے"[1]

اس بنا پر ضرورت ہے کہ اسلام کی ترقی و تنزل کے علل و اسباب پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی جائے، علم الاجتماع کے علماء کا قول ہے کہ قومون کی ترقی و تنزل کا اصلی راز اُنکے طریقۂ تعلیم

[1] تجارب الامم صفحہ ۳،

و تربیت مین مخفی ہوتا ہے، چنانچہ جس قوم کا نظام تربیت اعلیٰ اور مکمل ہوتا ہے وہ ترقی کے تمام مدارج طے کرسکتی ہے، بخلاف اسکے جن قومون کا نظام تربیت ناقص ہوتا ہے وہ ان اعلیٰ مدارج تک نہین پہنچ سکتین، اسلئے

"اگر مسئلہ اجتماع کی صرف ایک لفظ مین تلخیص کیجائے تو اسکا محور تربیت ہی قرار پاتی ہے، کیونکہ مسئلہ اجتماع کے حل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان دنیا کے ان جدید حالات کو محبوب رکھے جو اُسکو کسب معاش پر قادر بنانا چاہتے ہین، کیونکہ وہ قدیم وسایل جن سے انسان کام لینے کا عادی ہے، اب بالکل بیکار و ناکافی ہوگئے ہین، اور ہمارا قدم ایک ایسے زمانہ کی طرف بڑھ رہا ہے، جسمین یہ تغیر نہایت نمایان صورت مین نظر آئیگا، خواہ ہمین سعادت حاصل ہو یا شقاوت، لیکن یہ کشمکش اسوجہ سے پیدا ہوگی کہ ہمارے قدیم طریقۂ تربیت اور حالات جدیدہ کے اقتضا مین سخت تضاد پایا جاتا ہے"[1]،

لیکن درحقیقت کسی قوم کا نظام تربیت اسکی ترقی و تنزل کی علت تامہ نہین بن سکتا کیونکہ

"تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے اگرچہ اوصاف عقلیہ مین کسیقدر تغیر پیدا ہوسکتا ہے لیکن اخلاقی محاسن پر تربیت کا کوئی اثر نہین پڑتا، یہ سچ ہے کہ جو لوگ ضعیف القلب اور ضعیف الارادہ ہوتے ہین اُنکے اخلاق پر تربیت کا اثر پڑجاتا ہے، لیکن اس قسم کی نرم اور اثر پذیر طبیعت صرف قوم کے افراد کی ہوسکتی ہے، خود قوم مین مجموعی حیثیت سے اسکا وجود نہین پایا جاتا"[2]۔

اس بنا پر قومون کی ترقی و تنزل کی اصلی علت خود اُن کا مزاج عقلی ہے، جو زمانہ کی سیکڑون برس کی گردش کے بعد پیدا ہوتا ہے، اور جسمین اعراض جسمانیہ کی طرح استقلال، استحکام اور

[1] سر تقدم الانگلیز صفحہ ۸، [2] انقلاب الامم صفحہ ۲۶،

پائداری پائی جاتی ہے، یہ مزاج چند نفسانی عناصر سے مرکب ہوتا ہے، جنہین بعض اخلاق سے
اور بعض دماغ یعنی ذہانت وطباعی سے متعلق ہوتے ہین،

اخلاق کی تولید صرف چند عناصر مخصوصہ کے امتزاج وترکیب سے ہوتی ہے، جنکو
علم النفس کی اصطلاح مین احساس اور شعور کہتے ہین، ان مین ملکات ارادیہ مثلاً اقدام،
عزم اور ضبط نفس کو اخلاق کی تولید مین سب سے زیادہ دخل ہے، . . . . . .
. . . . . اخلاق کی تولید کا ایک موثر سبب ادب یعنی قدیم قومی نظام کا وہ احترام
بھی ہے جسپر قومی زندگی کا دارومدار ہے[1]"

یہی وہ اخلاقی محاسن ہین جنپر تربیت کا کوئی اثر نہین پڑتا، اور جنپر قومی زندگی کی بنیاد قائم ہوتی ہے
بخلاف اِسکے وہ نفسانی عناصر جنکا تعلق عقل اور دماغ سے ہوتا ہے، مثلاً تعقل اور غور وخوض
وغیرہ تو انکی سطح پر نہ جماعت انسانی کا نظام قائم ہوسکتا ہے، نہ کسی مذہب کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے
اور نہ وہ سلطنتون کی ترقی کا معیار قرار دیئے جاسکتے ہین، اس بنا پر قومی زندگی مین انکا حصہ بہت
کم ہے، یہی وجہ ہے کہ موسیو ریبو نے عقلی انقلابات مین ذہانت کو دوسرے درجہ کا انقلاب
بتلایا ہے کیونکہ

تمام قومین اخلاق ہی کے ذریعہ سے حس وحرکت کرتی ہین اور صرف غور وفکر کرنے سے دنیا کا
کام نہین چلتا[2]"

اور یہی وجہ ہے کہ ان مین تعلیم وتربیت کے ذریعہ سے کسیقدر تغیر پیدا ہوسکتا ہے کیونکہ وہ قوم کی نصل
میں نہین ہوتے بلکہ نصل میں صرف اسکا اخلاق ہوتا ہے جو کبھی نہین بدلتا،
جب کوئی قوم اپنے دور تکوین سے گذر جاتی ہے تو اُسکے اخلاق مین استحکام پیدا ہوتا ہے

۱؎ انقلاب الامم صفحہ ۲۶ ۲؎ ایضاً صفحہ ۲۸،

یعنی اسکے تمام فرقون کی اخلاقی خصوصیات مٹ کر ایک جدید متحدہ نظام اخلاق قائم ہوتا ہے جو
اُن کے جذبات، خیالات، اور احساسات کو متحد کر دیتا ہے، اور جب یہ اتحاد درجۂ کمال کو
پہنچ جاتا ہے تو اس سے حسب ذیل اصول پیدا ہوتے ہین،

(۱) قوم کا احساس عام ہوجاتا ہے
(۲) فواید عام ہوجاتے ہین،
(۳) عقاید عام ہوجاتے ہین،

"اور دنیا مین جب کوئی قوم اتحاد وامتزاج کے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے تو خود بخود
غیر محسوس طور پر تمام افراد اپنے فواید مین متحد ہوجاتے ہین، اور منازعات ومخاصمات کے
اسباب کا قلع وقمع ہوجاتا ہے، جذبات، خیالات، عقاید و منافع عامہ کا اتحاد
ایک ایسی چیز ہے جو مزاج عقلی کے اتحاد کو مستقل اور پائدار بنادیتا ہے اور اسکے
ذریعہ سے ہر قوم تسلط عام حاصل کرلیتی ہے[1]"

چنانچہ مسلمانون کو اسیکی بدولت خلافت راشدہ کے زمانہ مین عروج حاصل ہوا تھا کیونکہ ان کے
اساسی اخلاق مثلاً اقدام، عزم، شجاعت، جانبازی، اور ضبطِ نفس مین استحکام اور استواری پیدا
ہوگئی تھی، عدنانیون اور قحطانیون کی اخلاقی خصوصیات مٹ گئی تھین اور انکے بجائے ایک
اسلامی نظام اخلاق قائم ہوگیا تھا جس نے تمام عرب کے جذبات واحساسات کو متحد کر دیا تھا اور یہ
اتحاد اسقدر گران قیمت تھا کہ خدا نے خود رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے فرمایا،

لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما — اگر تم زمین کی تمام دولت صرف کر ڈالتے تب بھی انکے
الفت بین قلوبھم — دلون کو متحد نہین کرسکتے،

۱؎ انقلاب الامم صفحہ ۱۳،

اس بنا پر اسکی بدولت عربون مین وہ اصول ثلاثہ پیدا ہوے جن سے انکی روح پیدا ہوئی ہے یعنی ان کا (۱) احساس عام ہوگیا، (۲) اُنکے فوائد عام ہوگئے، (۳) اور اُنکے عقاید عام ہوگئے، اور اس اتحاد و امتزاج نے خود بخود اُنکے فواید کو متحد کردیا، اور منازعات و مخاصمات کے اسباب معدوم ہوگئے، کیونکہ عرب کے جذبات، خیالات، عقاید اور منافع عامہ کو مذہب نے متحد کیا تھا، اور

جب دنیا کو چھوڑکر لوگون کا رخ خدا کی طرف ہوتا ہے تو ان کا مقصد متحد ہوجاتا ہی رشک وحسد کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اختلافات کم ہوجاتے ہین، طریقۂ امداد و اعانت اور اتحاد مین وسعت پیدا ہوجاتی ہے،[1]

اور یہی چیزین ہین جو مزاج عقلی کے اتحاد کو مستقل اور پائدار بنادیتی ہین، چنانچہ اسی استقلال اور پائداری کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ اہل عرب نے تسلط عام حاصل کرلیا، اور وہ دنیا کے چپہ چپہ مین پھیل گئے،

لیکن جب نظام اخلاق مین ابتری واقع ہوتی ہے، تو خود مزاج عقلی بھی متغیر ہوجاتا ہے، جس سے قومون کے تنزل اور انحطاط کا زمانہ شروع ہوتا ہے، لیکن یہ انحطاط مختلف صورتون مین نمایان ہوتا ہے، ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ

مزاج عقلی اپنے اندر اخلاقی تغیرات کی ایک ایسی مخفی قابلیت رکھتا ہے جو اگرچہ حالات کی ناساعدت سے ظاہر نہین ہوتی، لیکن جب موافق حالات جمع ہوجاتے ہین تو اسکا ظہور ہوتا ہے، اور اسوقت قوم ایک نئے قالب مین دنیا کے سامنے نمایان ہوتی ہے لیکن قومی اخلاق کا یہ انقلاب فوری اور وقتی اسباب کا نتیجہ ہوتا ہے،[2]

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۷۳، [2] انقلاب الامم صفحہ ۱۹،

جس سے اساسی اخلاق مین کوئی تغیر نہین پیدا ہوتا، بلکہ اس سے صرف وہ اخلاق متاثر ہوتے ہین جو اساسی اخلاق کے حریف مقابل ہین، اور جنمین خاص طور پر انقلاب و تغیر کی قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ اسلام کی تاریخ مین بنو امیہ اور بنو عباس کو اسکی مثال مین پیش کیا جاسکتا ہے، جنکے زمانہ مین اگرچہ اساسی اخلاق مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوا تھا، تاہم ان کے مظاہر مین تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، بخلاف اسکے تنزل و انحطاط کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ خود اساسی اخلاق مین انقلاب پیدا ہوتا ہے، یہ قومون کے تنزل کی آخری صورت ہے، اور بدقسمتی سے آج مسلمان اسی کے حدود سے گذر رہے ہین،

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ مزاج عقلی مین قوم کی جسمانی ترکیب، رنگ و روپ، ڈیل ڈول اور خط و خال کی طرح استحکام اور پائداری پائی جاتی ہے، لیکن

"اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ قوم کے نفسانی اخلاق مین تغیر و تبدل کی سرے سے صلاحیت ہی نہین[1]"

بلکہ مقصد یہ ہے کہ چونکہ وہ اعراض جسمانیہ کی طرح مستقل اور مستحکم ہوتے ہین، اسلئے ان مین تغیر و انقلاب کا ظہور بھی ایک طویل زمانہ کے بعد ہوتا ہے، اسی بنا پر کسی قوم کا نظام اخلاق مدتون کے بعد بدلتا ہے، لیکن جب ان مین تغیر واقع ہوجاتا ہے تو دفعتہً تہذیب و تمدن کی بنیادین ہل جاتی ہین، اسوقت قوم کو اپنے حالات، رسوم، اور نظام مین شک پیدا ہوتا ہے، اور وہ ان کلیات کو چھوڑکر دوسرے کلیات اور اصول قائم کرتی ہے، اسکے ملکات ارادیہ یعنی اقدام عزم، اور ضبط نفس پر ضعف و اضمحلال طاری ہوجاتا ہے، وہ قدیم قومی نظام کا احترام چھوڑدیتی ہے اسکے دوسرے اخلاقی محاسن مثلاً شجاعت وغیرہ اپنا محل استعمال مفقود پاکر فنا ہوجاتے ہین، اسکے

[1] انقلاب الامم صفحہ ۲۱،

مزاج کے نفسانی عناصر مین غور و فکر اور تعقل کو غلبہ حاصل ہوجاتا ہی، جس سے اُسکی تمدنی حس و حرکت موقوف ہوجاتی ہے، اب اسکے اخلاق مین تزلزل پیدا ہوجاتا ہے، اُسکے جذبات و خیالات مختلف ہوجاتے ہین اور اسکے احساسات، اسکے فواید اور اُسکے عقاید مین تعمیم نہین باقی رہتی، کیونکہ جب کوئی قوم تہذیب و تمدن کے زیور سے آراستہ، اور نفوذ و قوت کے ہتیار سے مسلح ہوجاتی ہے اور اسکو ہمسایہ قوم کے حملے کا خطرہ نہین رہتا تو وہ نہایت عیش و طرب کے ساتھ جو دولت کا لازمی نتیجہ ہو زندگی بسر کرنے لگتی ہے، اِسلئے اسکے تمام فوجی محاسن برباد ہوجاتے ہین تمدنی ترقی کے ساتھ اسکی ضروریات مین اضافہ ہوجاتا ہے، ہر شخص کے دل مین خودغرضی اپنا قدم جما لیتی ہے، اور اسکا صحیح نظر صرف یہ ہوتا ہی کہ جو مال و دولت اسکے ہاتھ آسے اس سے نہایت عزت کے ساتھ ذاتی فائدہ اُٹھاے، اس بنا پر تمام قوم عام مصالح سے اعراض کرنے لگتی ہے اور قوم کے وہ تمام اخلاقی محاسن فنا ہوجاتے ہین جو اسکی عظمت کا حقیقی سبب تھے۔[۵]

اور جب کسی قوم کا تنزل اس حد تک پہنچ جاتا ہی تو وہ بہت جلد فنا ہوجاتی ہے کیونکہ وہ قومین جو اخلاقی طاقت مین اس سے زیادہ قوی ہوتی ہین اُسپر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی ہین اور اُسکے تمدن کو نگل جاتی ہین آج مسلمانون کی بعینہ یہی حالت ہی، اُنکے مزاج کے تمام اخلاقی عناصر فنا ہوچکے ہین اور انکی جگہ عقل و ذہانت نے لی ہے اِسلئے اُنکے تمام مظاہر تمدن پر آثار فنا طاری ہوگئے ہین کیونکہ اُنھون نے اصول کو چھوڑ دیا ہی اور

"ہر نظام اصول ہی سے متفرع ہوتا ہی، اور جب تک مقدمات کا وجود ہو، نتیجہ کا وجود نہین ہوسکتا اصول درحقیقت کائنات کے اندرونی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہین اسلئے اگر وہ فنا ہوجائین تو تمدن اور نظام حکومت کی تمام مخفی بنیادین متزلزل ہوجائین اس لحاظ سے قومون کے انتشار و امتحان کا سخت ترین زمانہ وہ ہوتا ہی جب اصول اور عقاید ساتھ ساتھ ایک ہی قبر مین دفن کردیے جاتے ہین"

اور آج مسلمانون کے ہر گھر مین یہ مقبرہ تیار ہوگیا ہے،

[۵] انقلاب الامم صفحہ ۱۲۶ و ۱۳۵ ۔ ایضاً صفحہ ۱۵۰۔

تلخیص و تبصرہ

ایک عظیم الشان کتبخانہ

منجملہ ان چند کتبخانون کے جو اسوقت دنیا مین سب سے زیادہ شہرت رکھتے ہین آکسفرڈ کی بوڈلین لائبریری بھی ہے، بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ آکسفرڈ یونیورسٹی کی عظمت کا اصلی راز اسی کتبخانہ کا وجود ہے اخبار سنڈے ٹائمز مین مسٹر ولکنس نے اسکے متعلق بعض معلومات تفصیل سے قلمبند کیے ہین اسکے ضروری اقتباسات ہدیہ ناظرین ہین۔

سولھوین صدی عیسوی کے آخر مین انگلستان کے ایک نامور فرزند سر ٹامس بوڈلی تھے، انہین نے سنہ ۱۶۰۲ء مین اس کتبخانہ کی بنیاد دو ہزار کتابون سے ڈالی، چند سال کے بعد منتظمین کتبخانہ اور حکومت برطانیہ سے معاہدہ ہوگیا، کہ مملکت برطانیہ مین جتنی کتابین طبع ہونگی سب کا ایک ایک نسخہ اس کتبخانہ کو بھی ملیگا، اس معاہدہ کے رو سے اب تقریباً پچاس ہزار کتابین سالانہ اس کتبخانہ کو مختلف مطابع سے ملنے لگین،

کتبخانہ کی موجودہ عمارت در اصل ایک سلسلۂ عمارات ہے جسکے مختلف حصون مین مختلف علوم و فنون کے ذخیرے محفوظ ہین، کتب مطبوعہ کی مجموعی تعداد اسوقت دس لاکھ سے متجاوز ہے، اسکے علاوہ چالیس ہزار قلمی نسخے ہین، جنمین دو ہزار یونانی و لاطینی زبانون مین ہین، اور سات ہزار مشرقی زبانون مین ہین، کتابون کی تعداد کے لحاظ سے اس کتبخانہ کا نمبر مملکت برطانیہ مین صرف لندن میوزیم کے بعد ہے، اور مملکت برطانیہ کے علاوہ تمام دنیا مین اس سے بڑے کتبخانے صرف پانچ ہین، ایک مارو سہ کا کتبخانہ پوپ، دوسرے پیرس کی نیشنل لائبریری، تیسرے امریکہ کی کانگرس لائبریری،

چوتھے برلن کا شاہی کتبخانہ، اور پانچوین پٹروگراڈ کا قدیم کتبخانہ،

کتبخانہ کا افسر اعلی مہتمم کتبخانہ ہے، اسکی ماتحتی مین دو نائب مہتمم ہین، اور بارہ اور مددگار مہتمم ہین، بیس چپراسی ہین جنکا کام محض کتابون کو الماریون سے نکالنا اور رکھنا ہے، اور متعدد دفتری وغیرہ مختلف کاریگرون کا عملہ رہتا ہے، اس عملہ کی مجموعی تعداد ستّر افراد سے کم نہین، کتابون کی فہرست کی ترتیب و تہذیب ہر وقت جاری رہتی ہے، اور چونکہ ہر روز جدید کتابون کا داخلہ ہوتا رہتا ہے اسلئے آج کی مکمل فہرست کل ناقص ہو جاتی ہے،

مطالعہ کرنے والون اور کتبخانہ سے مستفید ہونے والون کی تعداد مین بھی روز افزون اضافہ ہوتا رہتا ہے، چنانچہ ۱۹ تک ناظرین کتب کا جو اوسط تھا، اسکے مقابلہ مین ۱۹ مین پورے ایک ہزار کی بیشی ہوئی!

لیکن باوجود اسقدر اہتمام و وسعت کے کتبخانہ کی آمدنی نہایت محدود ہے، یعنی کل ۴ ہزار پونڈ سالانہ، درآنحالیکہ لندن میوزیم لائبریری کی آمدنی ایک لاکھ پونڈ سے کم نہین، اس محدود آمدنی کا ۹۰ فیصدی حصہ ملازمین کی تنخواہون، عمارت کی ضروریات اور دفتری خانہ وغیرہ کی مدات مین نکل جاتا ہے، باقی پانچ فیصدی جو بچ رہتا ہے وہ بیرونی کتب کی خرید کے لئے رہجاتا ہے، اور ظاہر ہے کہ اتنے سرمایہ سے کہانتک خرید ہو سکتی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ برطانیہ کے باہر کی چھپی ہوئی کتابین جو عموماً دوسری زبانون کی ہین، نسبتاً قلیل تعداد مین ہین، جو اتنی بڑی لائبریری کے مرتبہ کے مقابلہ مین بہت ہی کم معلوم ہوتی ہین، انتظامی کمیٹی اس کوشش مین ہے کہ جلد سے جلد اس داغ کو بھی دور کرے، چنانچہ اسکی طرف سے قوم کی خدمت مین ایک لاکھ پونڈ کے سرمایہ کے لئے مرافعہ کیا گیا ہے، اگر اسقدر سرمایہ مخصوص اسی مد کے لئے محفوظ رہے تو اسکے منافع سے کتبخانہ کا یہ شعبہ بھی اپنے کمال کو پہنچ سکتا ہے، اتنی رقم کا فراہم کر دینا برطانیہ کے باہمت افراد کے لئے معمولی بات ہے۔

ماہیتِ خواب

عالم رویا کی ماہیت مدت دراز سے حکماء یورپ کے ہان زیر بحث چلی آرہی ہے، حال مین جدید علمی رسالہ ڈسکوری کے ایک نمبر مین پروفیسر ٹی، اپچ پییر نے جو مانچسٹر یونیورسٹی مین سایکالوجی (نفسیات) کے پروفیسر ہین، اس مبحث پر قلم اٹھایا ہے، اور گو انکا مضمون سرسری ہے تاہم چونکہ مسئلہ کے بعض دلچسپ پہلوؤن پر اس سے روشنی پڑتی ہے، اسکے بعض اقتباسات یہان درج کئے جاتے ہین،

پروفیسر موصوف فرماتے ہین کہ مسئلہ خواب کی تحقیق کو اگر تمامتر بیسوین صدی کا کارنامہ کہا جائے تو بیجا نہوگا، اسلئے کہ اس شعبۂ علم کی بنیاد ۱۹۰۰ء سے پڑتی ہے جبوقت کہ پروفیسر فرایڈ کی کتاب "تعبیر الرویا" پر شائع ہوئی[1]

فرایڈ کے مسلمات اولیہ یہ دو ہین، اور انہین قضایا پر اسکے نتائج کی بنیاد قائم ہے:-

(۱) اول یہ کہ واردات نفسی کی تحلیل و تشریح مصطلحات نفسی ہی کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے، دماغی و عصبی تغیرات اور حوادث مادّی بیشک حیات نفسی کی تعبیر و تفہیم مین معین ہو سکتے ہین، لیکن کیفیات نفسی کے قائم مقام نہین ہو سکتے، ذہنیات کی توجیہ و تعلیل ذہنیات ہی کے ذریعہ سے ہونا چاہیئے، نہ کہ مادّیات کے ذریعہ سے، اس بنا پر خواب جو شخصی تجربہ کی چیز ہے، اسکی تحلیل ہمیشہ

[1] حیرت ہے کہ فاضل مضمون نگار کے قلم سے اسقدر بے بنیاد دعوی کیونکر نکلا، انیسوین صدی کے نصف آخر سے علماء نفس برابر اس موضوع پر طبع آزمائیان کر رہے ہین اور ۱۸۶۱ء، ۱۸۷۱ء، ۱۸۹۰ء و ۱۸۹۲ء مین مستقل تصانیف اس موضوع پر شائع ہو چکی ہین، خود فرایڈ اپنی تصنیف مین ان سب کا حوالہ دیتا ہے بلکہ وہ اٹھارہوین بلکہ سترہوین صدی تک مین اس موضوع پر تصانیف موجود پاتا ہے اور ان سے استناد کرتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اسکی تحقیق کے نتائج تمام گذشتہ محققین سے الگ ہین،

عناصر تجربی ہی مین ہونا چاہیئے،

(۲) دوسرے یہ کہ مادیات وطبیعیات کی طرح کائنات نفسی مین بھی بخت واتفاق کی کوئی گنجائش نہین، بلکہ جو کچھ ہوتا ہے سب علت ومعلول کے سلسلہ مین وابستہ ہوتا ہے، اس بنا پر ذہنی کیفیت خواہ وہ بظاہر کیسی ہی نامعقول بلکہ مجنونانہ ہی معلوم ہو، ضرور کسی نہ کسی پچھلے تجربہ نفسی کی معلول ہوگی،

ہر دو اصول بالا کو ملحوظ رکھنے کے بعد فرایڈ کہتا ہے کہ ہر خواب دو طرح کے اجزا سے مرکب ہوتا ہے، ایک اجزار ظاہری، دوسرے اجزار مخفی، عموماً جب لوگ اپنا خواب بیان کرنے بیٹھتے ہین تو انہین اجزار ظاہری کو حک واضافہ کے ساتھ بیان کرتے ہین، لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ اجزار ظاہری مظاہر ہوتے ہین، ان اجزار مخفیہ کے جو شعور خفی مین کام کرتے رہتے ہین، بالکل اسی طرح کہ جیسے پارلیمنٹ کا ایک ممبر نمایندہ ہوتا ہے اس راے کا جو اسکے حلقۂ انتخاب کنندہ کی ہوتی ہے،

فرایڈ کا دعوی ہے کہ خواب کے تمام مناظر، خواہ وہ پوری طرح پہلے تجربہ مین آچکے ہون خواہ وہ کسی جدید مرکب کی شکل مین رونما ہون، بہرحال ہوتے ہین گذشتہ یادداشتون ہی کا مجموعہ اور ان کا یہ اجتماع اصول دتوا ہین کے ماتحت ہوتا ہے، اسی طرح کہ جیسے بیداری کے عالم مین شعور جلی کے تحت مین نفس کی فعلیت ہوتی رہتی ہے،

نفس کی ساری فعلیت قانون ایتلاف کے تابع ہے، مگر ایتلاف کی دو صورتین ہین ایتلاف منضبط، اور ایتلاف منتشر، صحیح الحواس انسان عموماً اول الذکر کے ماتحت سوچتا ہے اور فاتر العقل کا دماغ آخر الذکر کا پابند رہتا ہے، فرض کرو اسوقت ہمارے سامنے گلابی رنگ کا جاذب کاغذ رکھا ہوا ہے، ایک صحیح الحواس شخص اسے دیکھکر کہیگا کہ اسکا رنگ گلابی ہے، اسکی دبازت اسقدر ہے اسمین روشنائی کو جذب کر لینے کی قوت ہے، یہ فلان کارخانہ مین تیار ہوا ہے فلان قیمت کو

مل سکتا ہے، وغیرہ، لیکن ایک فاتر العقل کی زبان سے اسے دیکھکر ممکن ہے یہ الفاظ نکلین، گلابی، باغ، ہریالی، مولوی نذیر احمد، جیرت، کربلا، لائڈ جارج،

اس مثال مین دونون دماغون نے قانون ایتلاف ہی کی ماتحتی مین کام کیا، فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر نے جاذب کو اپنا مرکز بنائے رکھا، اور آخر الذکر نے کسی شے کو اپنا مستقل مرکز نہین رکھا، بلکہ مختلف ایتلافات مین سے بلالحاظ مقصد کسی ایک کو چن لیا،

ہر انسانی دماغ بیداری کی حالت مین آخر الذکر اصول پر بھی برابر کام کرتا رہتا ہے، لیکن شعور کا اصلی فرض یہ ہے کہ نظم وترتیب پیدا کرتا رہے، اور جو ایتلافات، مانحن فیہ سے غیر متعلق ذہن کے سامنے آتے رہتے ہین، انہین دفع کرتا رہے، حالت خواب مین چونکہ شعور کی حکومت معطل ہوجاتی ہے، اور بجائے اسکے شعور خفی کا تسلط ہوجاتا ہے، ایتلافات مین انضباط نہین باقی رہجاتا، اور ذہن کے سامنے ازخود جتنی یادداشتین تازہ ہوجاتی ہین، وہ سب بدستور قائم رہجاتی ہین،

خواب مین انسان کن چیزون کو دیکھتا ہے؟ اسکے جواب مین فرایڈ کہتا ہے کہ "خواب نام ہے بیداری مین نہ برآنے والی آرزؤن کے برآنے کا" اور آرزو کو وہ نہایت وسیع معنی مین لیتا ہے، جسکے تحت مین ہر طرح کے جذبات، احساسات، خیالات، افکار، دعوالم آجاتے ہین، فرض کرو ہمین کسی ایسی عورت کے ساتھ محبت پیدا ہوئی جسکے ساتھ عقد کا کوئی امکان ہی نہین حالت بیداری مین ہم عقل سے کام لیکر ایسے مہمل خیال کو بجبر اپنے دماغ سے نکال دیتے ہین، لیکن حالت خواب مین جب شعور کے قواے عقلیہ معطل ہوتے ہین، اس آرزوے مخفی کو بے روک ٹوک برسرکار آنے کا موقع ملتا ہے اور ہم یہ دیکھنے لگتے ہین کہ اسکے ساتھ نکاح ہوگیا ہے،

ڈراؤنے خواب جن سے ہم چونک پڑتے ہین، ان مین بھی فرائیڈ کے اصول کے مطابق
ہم ایہین وحشت ناک چیزون سے دوچار ہوتے ہین، جنکی طرف سے ہمین حالت بیداری
مین کبھی اندیشہ رہ چکا ہے، گو ہم نے قوت ارادی کی مدد سے کبھی اپنے تئین دانستہ اُنکے
خوف سے متاثر نہین ہونے دیا ہے،

سائنس کا تعلق حکومت سے

ہندوستان مین صنعتی کمیشن نے دو تین سال ہوے جو تحقیقات کی تھی اور جسکی رپورٹ
بھی کچھ روز ہوے شائع ہو چکی ہے، اس نے منجملہ اور مسائل کے ایک تجویز یہ بھی پیش کی ہے کہ
ایک مستقل محکمہ سائنس براہ راست حکومت ہند کی ماتحتی مین قائم کیا جاے جو صنعت و حرفت
سے متعلق ایجادات و اختراعات کرتا رہے، اس تجویز کی مخالفت مین انگلستان کے مشہور
سائنٹفک رسالہ نیچر نے پرزور مضامین لکھے، اور انگلستان کے مشاہیر ماہرین سائنس سے
اس باب مین استفتا کیا، ان حضرات نے جو مضامین اس موضوع پر لکھے ہین، ان مین سے
بعض کے اقتباسات درج ذیل ہین:-

ڈاکٹر بیٹسن، فیلو رایل سوسائٹی، جو علم الحیات کے مشہور ماہر ہین، اور برٹش ایسوسی ایشن
کی صدارت بھی کر چکے ہین، لکھتے ہین کہ

سائنٹفک تحقیقات اور حکومت کے باہمی تعلقات عام اس سے کہ وہ حکومت
ملکی ہو یا مذہبی، شاذ و نادر ہی خوشگوار و پسندیدہ رہے ہین، سائنس کو مدتون ایک
خوفناک اژدہا سمجھا جاتا رہا، جسکا قتل کر دینا یا جسے محبوس رکھنا واجبات سے تھا
مگر اب جب سے یہ محسوس ہوا ہے کہ اس جانور کو مطیع کر کے اسکے ذریعہ سے بہت سے

کام بھی لئے جا سکتے ہین، اسوقت سے دم دلاسہ دے دیکر اسکو رام کرنیکی کوشش جاری ہے
لیکن درحقیقت ہمارے حق مین بہتر ہوتا اگر ہمارے ساتھ وہی پیشتر والا سلوک قائم
رکھا جاتا، ایسی حالت مین ہم سب کو پروفیسر سوڈی کی اس راے سے اتفاق ہوگا،
کہ انڈین انڈسٹریل کمیشن کی یہ تجویز صریحاً ہماری غلامی کی تجویز ہے!! ابھی وقت ہے
اور ابھی ارباب حل وعقد سے صاف صاف کہدینا چاہیئے کہ ملازمت کی ان شرائط کو
کوئی خوددار و دیانت دار سائنٹفک شخص نہین قبول کر سکتا"!

آگے چل کر ڈاکٹر موصوف فرماتے ہین، کہ

انکشاف و اختراع کا کام مثل فن، ادب، و دیگر اعلیٰ اعمال ذہنی کے محض آزادی
کی فضا مین ہو سکتا ہے، علمی ترقی کسی متعین شاہراہ کی پابند نہین رہ سکتی، اور ارباب
حل وعقد کا کوئی ایسی راہ متعین کرنا کام کرنیوالون کی ذہانت و زندہ دلی کو ہلاک کر دیتا ہے،
کوئی شخص جو سائنٹفک انکشافات کی ذرا بھی اہلیت رکھتا ہے، ہرگز ایسے کام کو
ہاتھ نہین لگائیگا جسکی اشاعت کا دار و مدار محض افسر اعلیٰ کی خوشنودی مزاج پر ہے، ان
شرائط و قیود کے ساتھ بیشک ایسے صنعتی مشاغل جاری رکھے جا سکتے ہین، جنکا مقصد
کسی رقیب تجارت کو نیچا دکھانا ہو، لیکن ان عظیم الشان مقاصد کے ساتھ جو حکومت
ہند کے پیش نظر ہین، ایجاد و اجتہاد کے کام کو جاری رکھنا ناممکن ہے"!

پروفیسر سیوارڈ، فیلو رائل سوسائٹی لکھتے ہین:-

"حکومت ہند کی تجویز اس باب مین معناً یہ حکم رکھتی ہے کہ سائنٹفک تحقیقات عام
دفتری اقتدار کے تسلط مین آجاے، اور حیرت یہ ہے کہ کمیشن کے سامنے بعض سائنٹفک
گواہون نے بھی اسکی تائید کر دی اور آنحالیکہ سائنٹفک کام کرنے والے اور ایجاد

واجتہاد مین کامیابی حاصل کرنے والے کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ اُسے کامل آزادی عمل حاصل ہو"

اسکے بعد پروفیسر موصوف کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ افسری وماتحتی اور ملازمت کے پورے قیود کے ساتھ کوئی بھی قابل کام کرنیوالا اپنی غلامی پر رضامند نہین ہوسکتا، حکومت کا یہ بے شبہہ فرض ہے کہ کام کرنے والون کی ہمت افزائی کرے، انہین معقول معاوضہ دے، انکی راہ مین سہولتین بہم پہنچاے، لیکن اگر وہ عام دفتری ملازمون کی طرح انہین اپنے گرفت مین لانا چاہتی ہے تو کوئی صاحب فن اپنی آزادی نہین فروخت کرسکتا،

پروفیسر سوڈی، فیلو رائل سوسائٹی نے جو اسوقت علوم طبیعہ کے نامور اساتذہ مین ہین، ور طبیعیات پر متعدد محققانہ کتب کے مصنف ہین، ایک طویل مضمون اس مبحث پر لکھا ہے انہین وہ فرماتے ہین کہ حکومت ہند کی اس تجویز کی مخالفت مین جو صریحًا سائنس کو حکام ملکی وسیاسی کا غلام بنا دینا چاہتی ہے، اپنی متحدہ قوت صرف کرنا چاہیئے، یہ خوب بات ہے کہ جو لوگ اکتشافات وتحقیقات عالیہ کا کام کرتے ہین اُنہین محکوم بلکہ غلام بنا دیا جائے ان حضرات کی گردش چشم کا، جو مسائل فن سے براے نام واقفیت کے باوجود افسری کی بلند کرسیون پر ممتاز اور بیش بہا مشاہرون سے سرافراز ہین!

ایک اور ممتاز عالم لکھتے ہین کہ حکومت ہند کی یہ تجویز نااہلی اور ناقابلیت کے لئے ایک صلاے عام ہے،

آثارِ علمیۂ ادبیۂ

ایوانِ وزارت ہند مین مشرقی کلام

ایوان وزارت ہند (لندن) مین پتھر اور دہات پر مشرقی شعرار کا جو کلام منقوش ہے اور جسکا ذکر شذرات کے ذیل مین آچکا ہے، یہان بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔

سامنے کی دو لوحون پر یہ اشعار ہین،

(۱)

هر که اُو را عدل عادت می شود ۔۔۔ بیگمان عمرش زیادت می شود
هر کرا بر خلق بخشائش شود ۔۔۔ آبروے اُو درافزائش شود
از سخاوت آبرو افزون شود ۔۔۔ از بخیلی بیخرد ۔ ۔ ۔ شود
با رعیت چون کند حاکم ستم ۔۔۔ ۔ ۔ ۔ ۔ در ملک کم

(۲)

بد و نیک ہر چند ہے بے ثبات ۔۔۔ ولیکن جہان مین ہی بہتر یہ بات
کہ نام نکوئی رہے یادگار ۔۔۔ ہمیشہ نکو نام ہے برقرار
ہمیشہ جو کوئی کرے کام نیک ۔۔۔ تو بیشک ہو آغاز وانجام نیک
ستانا دل کا ای صاحب بُرا ہے ۔۔۔ قلوب مردمان عرشِ خدا ہے

جپ در اہست کے چھ پتھرون پر یہ اشعار ہین،

---

[۱] [۲] یہ عبارتین پڑہی نہین جاسکین [۳] صاحب لوگون کی مناسبت سے "اے صاحب" کسقدر پرلطف ہے

(۳) شنیدم کہ در وقت نزع روان — بہ ہرمز چنین گفت نوشیروان
ازان بہرہ ور تر در آفاق کیست — کہ در حکمرانی بہ انصاف نیست

---

(۴) چو نوشیروان عدل کرد اختیار — کنون نام نیک ست زو یادگار
چو ایزد ترا این ہمہ کام داد — چرا بر نیاری سر انجام داد

---

(۵) ثباتے ندارد جہان اے پسر — بغفلت مبر عمر در وے بسر
خواہی کہ خداے بر تو بخشد — با خلق خداے کن نکوئی

---

(۶) تا توانی حاجت مردم برآر — تا برآرد حاجتت را کردگار
برآوردنِ کار امیدوار — بہ از قید بندی شکستن ہزار
شاہ ما آن کند کہ او گوید — حیف باشد کہ جز نکو گوید

---

(۷) جہان را بہ انصاف آباد دار — دلِ اہل انصاف را شاد دار
ترا زین بہ آخر چہ حاصل شود — کہ نامت شہنشاہ عادل بود

---

(۸) عدل کر دنیا مین غافل زندگانی پھر کہان — زندگانی گر رہی تو یہ حکومت پھر کہان
سدا عیش دنیا دکھاتا نہین — گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین

اخبار علمیہ

یورپ مین ایک بجلی کی پچکاری نکلی ہے جسکے ذریعہ سے جلد کا رنگ تبدیل کیا جا سکتا ہے، جس حصہ جسم کا رنگ تبدیل کرانا مقصود ہوتا ہے، وہان مرغوب رنگ کی ایک مقدار کے ساتھ یہ پچکاری لگا دی جاتی ہے، خارجی رنگ مسامات کے ذریعہ سے جسم مین داخل ہو جاتا ہے اور اس حصہ جسم کا وہی رنگ مستقل بنا دیتا ہے، سرخ، سفید، گلابی، ارغوانی، سیاہ، غرض ہر قسم کا رنگ اس پچکاری کی مدد سے جسم انسانی اختیار کر سکتا ہے، مغربی خواتین جو اپنے رخسارون کو سرخ و سفید، اپنے بالون کو سیاہ، اور اپنے ہونٹون کو گلابی بنانا چاہتی ہین، اس اختراع سے بہت بڑی تعداد مین فائدہ اٹھا رہی ہین،

کیسٹر آئیل (ارنڈی کا تیل) بحیثیت دوا کے عام طور پر استعمال کرایا جاتا ہے، لیکن اسکا ذائقہ ایسا ناخوشگوار ہے کہ اکثرون کو اسکی برداشت نہین ہوتی، ایک ڈاکٹر نے اسکا علاج یہ بتایا ہے کہ پہلے ایک گلاس مین برف کا پانی لیا جائے، پھر اسمین اس تیل کی ایک مقدار ڈالدیجائے نتیجہ یہ ہوگا کہ تیل ایک جمے ہوے تہلکے کی شکل مین اوپر تیرنے لگیگا اور اس طرح بغیر اسکے کہ اسکا ذائقہ زبان، ہونٹون یا دانتون کو محسوس ہو اسے پانی کے ساتھ بآسانی حلق سے نیچے اتارا جا سکیگا۔

مریخ سے نامہ و پیام کے سلسلہ مین جسکی بابت مختلف ماہرین فن کی رائین معارف کے گذشتہ دو نمبرون مین درج کیجا چکی ہین، مسٹر اے، سی، سوینٹس، اف، آر، اس لکھتے ہین کہ

اخبارون کا یہ لکھنا کہ یہ آوازین مریخ سے آرہی ہین غلط ہی نہین بلکہ مضحکہ انگیز ہے، کیونکہ وہان سے یہانتک لاسلکی آواز کے پہنچنے کے لئے کم ازکم ۱۲،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ گھوڑون کی قوت کی ضرورت ہوگی!

حال مین مشہور ڈاکٹر سر جیمس کینٹلی نے لندن مین ایک لکچر کے سلسلہ مین بیان کیا کہ سوءِ ہضم اور امراض دندان کے متعلق اسوقت اس کثرت سے جو شکایات پیدا ہو رہی ہین انکا بہت بڑا سبب یہ ہے کہ دودھ کے استعمال مین ہم لوگ بے احتیاطی سے کام لیتے ہین اور حضرت موسیٰ کی ہدایات پر عمل نہین کرتے، آجکل گوشت اور مچھلی کے ساتھ ایک ہی وقت مین دودھ بھی استعمال کیا جاتا ہے، حالانکہ اگر آلات ہضم کی صحت اور اپنے دانتون کا تحفظ منظور ہے تو مچھلی کہانے کے دو گھنٹہ، مرغ کہانے کے تین گھنٹہ، اور گوشت کہانے کے چار گھنٹہ بعد تک دودھ کو قطعاً منہ نہ لگانا چاہیئے۔

ہندوستان سے متعلق تعلیمی اعداد ناظرین معارف کے سامنے ایک سے زاید بار پیش کئے جاچکے ہین، لیکن وہ مجموعی اعداد تھے، جو تعلیم کے ہر درجہ و مرتبہ پر حاوی تھے تعلیم کی ماہرین فن نے تین بڑی منزلین قرار دی ہین، تعلیم ابتدائی، (معمولی نوشت وخواند کی تعلیم) تعلیم ثانوی، (ہائی اسکولون کی تعلیم) اور تعلیم اعلیٰ (یونیورسٹیون کی تعلیم) ذیل مین ان منازل سہ گانہ سے متعلق ہندوستان کے الگ الگ اعداد دوسرے ممالک کے اعداد کے مقابلہ مین درج کئے جاتے ہین جن سے صحیح موازنہ مین سہولت ہوگی۔

سب سے پہلے ابتدائی مدارس کے طلبہ کی تعداد کو لینا چاہیئے:-

نام ملک	فیصدی طلبۂ مدارس ابتدائی
امریکہ	۱۹٫۸۷
انگلستان	۱۶٫۵۲
جرمنی	۱۶٫۳۰
فرانس	۱۳٫۹۰
جاپان	۱۳٫۰۷
سیلون	۸٫۹۴
رومانیہ	۸٫۲۱
روس	۳٫۷۷
برازیل	۲٫۶۱
ہندوستان	۲٫۳۸

اسکے بعد ثانوی مدارس کی آبادیون کا نمبر آتا ہے:-

نام ملک	فیصد طلبۂ مدارس ثانوی
امریکہ	۱٫۵۰۲
جرمنی	٫۹۸۸
انگلستان	٫۶۲
ہندوستان	٫۴۸۶

جاپان	۳۵۴ ر
فرانس	۳۲ ر

آخر مین یونیورسٹی کے طلبہ کی تعداد کو لیتے ہین:-

امریکہ	۲۱۸ ر
فرانس	۱۰۶ ر
اٹلی	۰۶۳ ر
ڈنمارک	۰۶۱ ر
انگلستان	۰۵۴۰ ر
ہندوستان	۰۲۴ ر

اعداد بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ اعلیٰ تعلیم کے لحاظ سے بھی ہندوستان ایک مفلس ملک ہے تاہم اسکا افلاس سب سے زیادہ ابتدائی تعلیم کے دائرہ مین ظاہر ہوتا ہے، حکومت کے عام ارباب حل وعقد اسکا علاج یہ بتاتے ہین کہ ثانوی اعلیٰ تعلیم کو محدود کیا جائے تاکہ ابتدائی تعلیم کے ساتھ ان کا تناسب قائم رہے، لیکن کلکتہ یونیورسٹی کمیشن نے اُسکا صحیح حل یہ بتایا ہے کہ خود ابتدائی تعلیم ہی کو زیادہ وسعت دینا چاہیئے -

---

آخری سرکاری اعداد کے مطابق ہندوستان مین تقریباً ایک لاکھ بیالیس ہزار ابتدائی مدارس ہین، ان مین سے ۱۰۱،۶۷۸ خانگی مدارس ہین، (جنمین سے ۸۵،۳۵۳ کو سرکاری

امداد ملتی ہے)، ۳۹۱۷۲ مدارس ایسے ہین جو منوسپلیٹون یا ڈسٹرکٹ بورڈون کے ماتحت ہین، اور باقی ۱۳۵۳ سرکاری مدارس ہین، ان مدارس مین کل طالبعلمون کی (لڑکون اور لڑکیون کو ملاکر) مجموعی تعداد ۵،۱۸۱،۷۳۰ ہے، ثانوی مدارس شمار مین ۶۹۳ ہین، اور اینمین شاگردون کی کل آبادی ۱،۱۸۶،۲۳۵ ہے، اعلیٰ تعلیم کے مدارس مین کالجون کی تعداد ۱۸۴ ہے، کالجون اور ہائی اسکولون کی تعداد ہندوستان کے کل حصون مین سب سے زیادہ بنگال مین ہے، اور باقی دو ثلث سے کچھ کم برٹش ہندوستان کے مختلف صوبون مین منتشر ہین،

وسط اپریل گذشتہ مین بمقام بردوان ایک چھتری زمیندار نے ۶ بجے شام کو وفات پائی، متوفی کا تعلق چونکہ سورج بنسی خاندان سے تہا، اِسلیئے نعش شب مین نہین جلائی جاسکتی تھی، دوسرے روز صبح سویرے متوفی کے ایک عزیز نے نعش کا فوٹو لیا، لیکن جب فوٹو تیار ہوا تو اسمین پانچ شکلین اور بھی نظر آئین، جنمین سے ایک شکل مرحوم کے زوجۂ متوفیہ اور ایک مرحوم کے بچہ کی پہچانی گئی، جسکا مدت ہوے انتقال ہوچکا ہے، باقی تین شکلین بہت دُھندلی آئی ہین، انکی شناخت نہوسکی، بنگال کے اخبارات اس روایت کے ذمہ دار ہین، اور بنگال کے سائنٹفک حلقون مین اس خبر نے ایک خاص تحریک پیدا کردی ہے -

---

سنہ ۱۴ء تک روے زمین کا کوئی خطہ بجز قطب شمالی وجنوبی کے جغرافیانہ حیثیت سے اسقدر غیر معلوم نہ تہا جتنا کہ ملک عرب تہا، لیکن دوران جنگ مین ایک انگریز مسٹر فلبی سی، آئی، ای نے جو ہندوستانی سول سروس کے ایک رُکن ہین، عرب کے متعلق معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ بہم پہنچا دیا ہے، ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھون نے صحراے

عرب کو عبور کیا، حالانکہ یہ مہم اسقدر دشوار و خطرناک ہے، کہ آج تک بجز ایک یورپین مستشرق کے اور کسی کو اسکی ہمت نہین ہوئی تھی اور اسکو بھی پورے سو برس گذر چکے، مسٹر فلبی نے جان پر کھیل کر خلیج فارس سے لیکر بحر قلزم تک پورا صحراے عرب ایک بدوی کی لباس مین طے کیا، انکو عربی زبان پر اتنی غیر معمولی قدرت حاصل ہے کہ اثناء سفر مین کسی بدوی کو ان پر اجنبی ہونے کا شک نہوا، ورنہ وہ اسی وقت قتل ہوگئے ہوتے، اُنھون نے اپنے ملک مین واپس پہنچکر عرب سے متعلق ہر قسم کے معلومات کا وہ نادر ذخیرہ پیش کیا جو ابتک یورپ کی دسترس سے باہر تھا، ان خدمات کے اعتراف مین چند ہفتہ ہوئے کہ انگلستان کی رایل جیوگرافیکل سوسائٹی نے اپنے سالانہ اجلاس مین انہین بیش بہا تمغون سے ممتاز کیا ہے۔

سال گذشتہ (سنہ ۱۹) مین انگلستان و امریکہ کی علمی رفتار کا موازنہ ان دونون ممالک کی تعداد مطبوعات سے ہوسکیگا، ذیل مین ہر دو ممالک کی فہرست مطبوعات کے ابتدائی دس دس عنوانات کے ماتحت تفصیلی اعداد دینے کے بعد کل مطبوعات کی مجموعی میزان دیجاتی ہے جو کتب جدیدہ نیز کتب قدیمہ کے نئے ایڈیشنون دونون پر حاوی ہے،

نام فن	تعداد مطبوعات امریکہ	تعداد مطبوعات انگلستان
(۱) علم المعاشرت و معاشیات	۸۹۱	۸۲۴
(۲) تاریخ	۸۱۲	۴۲۲
(۳) ناول و افسانہ	۹۰۴	۱۲۱۷
(۴) مذہب	۶۹۵	۶۶۶
(۵) سائنس	۵۸۶	۴۳۴
(۶) شاعری و ڈراما	۵۰۰	۴۹۵
(۷) انجینیری و دیگر عملی صنائع	۵۰۷	۶۸۶
(۸) بچون کے لئے	۴۳۴	۵۶۴
(۹) زراعت و باغبانی	۴۰۷	۲۲۸
(۱۰) طب و حفظان صحت	۴۰۱	۳۶۷
میزان کتب جدیدہ	۷۶۲۵	۷۳۲۷
میزان کتب قدیمہ، طبع جدید	۹۶۹	۱۲۹۵
میزان کل	۸۵۹۴	۸۶۲۲

یہ واضح رہے کہ امریکہ کی اس تعداد مطبوعات مین ۱۵۱۴ کتابون کے مصنفین و مولفین غیر امریکی ہین، جنمین زیادہ تر انگریز ہی ہین،

سال پیوستہ کے مقابلہ مین علمی ترقی کا اندازہ کرنے کیلئے ہر دو سنین کے اعداد کو بالمقابل رکھنا چاہیئے،

	امریکہ	انگلستان
سنہ ۱۸	۹۲۳۷	۷۷۱۶
سنہ ۱۹	۸۵۹۴	۸۶۲۲

ایک سائنٹفک رسالہ لکھتا ہے کہ چاند کے گرد ہالہ کے فاصلہ کی کمی و بیشی آیندہ موسم کے متعلق پیشینگوئی کرنے کے لئے ایک عمدہ معیار ہے، اگر ہالہ چاند سے زیادہ فاصلہ پر ہوگا تو بارش کی بہت جلد توقع رکھنی چاہیئے، اگر وہ بالکل متصل ہے تو بارش ایک عرصہ تک نہوگی، ہمارے ملک کے عوام و دہقان بھی کہا کرتے ہین کہ " دورے کنڈل نیرے پانی، نیرے کنڈل دورے پانی "

ایک امریکی شخص نے پوستین کے قسم کی ایک دریائی چھال کو لیکر، جو پانی پر تیرتی رہتی ہے، ایک پوشاک بنائی ہے، جسے پہنکر انسان کبھی غرق نہین ہوسکتا، خواہ کسی حالت مین ہو، چنانچہ امریکہ مین بعض بحری افسر اسکے جوتے پہنکر سمندر مین کودے اور سطح آب پر بے تکلف مثل خشکی کے برابر چلتے رہے، امریکہ مین اس عجیب وغریب چھال کے بکثرت سوٹ اور جوتے تیار ہورہے ہین، اور شوقین حضرات انہین پہن پہن کر بلا تکلف سمندر مین کودتے ہین، اور معمولی سڑکون کی طرح سطح آب پر چلتے پھرتے ہین،

تجہیز و تدفین وعام مراسم عزا کے متعلق ہر ملک اور ہر قوم مین ایک جداگانہ دستور ہے، اس سلسلہ مین سوئیٹزرلینڈ کے ایک دستور کا بھی حال دلچسپی سے پڑھا جائیگا، یہان ایک قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی خوشحال شخص وفات پاجاتا ہے تو اسکے ورثا اخبارات مین ماتمی جدول کے ساتھ یہ اعلان شایع کراتے ہین کہ رسم تعزیت فلان روز فلان وقت فلان مقام پر ادا کی جائیگی، وقت مقررہ پر مکان کے باہر دروازہ کے سامنے ایک سیاہ میز بچھا کر سیاہ چادر ڈالدیجاتی ہے اور اسپر ایک مٹی کی بنی ہوئی انگیٹھی لاکر رکھدیجاتی ہے، جو ماتمی انگیٹھی کہلاتی ہے، اب متوفی کے تمام اعزہ، احباب، وشناسا آتے ہین اور اس ماتمی انگیٹھی سے یون رسم تعزیت ادا کرتے ہین کہ اپنے اپنے نام کے کارڈ جنپر سیاہ جدول ہوتے ہین لاکر اسمین ڈالتے ہین اور جنکو مرحوم سے زیادہ خصوصیت ہوتی ہے وہ کچھ کلمات تعزیت بھی اُسپر لکھدیتے ہین، اس رسم کا تدفین سے پیشتر ادا ہوجانا ضروری ہے، اسکے بعد تابوت اُٹھتا ہے، جسکے ساتھ صرف مرد جاسکتے ہین -

---

ادبیات

افادات اکبر

۱۰ اپریل کے ابتدائی ایام مین چند گھنٹے لسان العصر حضرت اکبر مد فیوضہ کی صحبت مین جنکا وجود موجودہ زمانہ کے لئے ایک نعمت ہے، صرف ہوئے، تیسرے دیوان کا مسودہ پریس مین جانے کے لئے صاف ہورہا تھا، فرصت اگرچہ نہایت قلیل تھی تاہم دل نے گوارا نہ کیا کہ ناظرین معارف اس چمنستان ادب ومعانی کے لطف سے بہرہ ور نہون، عجلت مین گلدستہ تو تیار نہ ہوسکا البتہ موسم بہار کی چند تازہ کھلی ہوئی کلیان دامن مین لے لین، اور وہ کچھ آج کی صحبت مین اور باقی آیندہ صحبتون مین پیشکش ہوتی رہین گی - (عبد الماجد)

رفتار اور سمت مین موج ہوا کی ہے
ای قصہ گوے بدر ضرورت حرا کی ہے

تو وضع پہ اپنی قائم رہ قدرت کی مگر تحقیر نکر
دے پائے نظر کو آزادی، خود بینی کو زنجیر نہ کر

گو تیرا عمل محدود رہے اور اپنی ہی حد مقصود رہے
رکھہ ذہن کو ساتھی فطرت کا بند اُسپہ در تاثیر نہ کر

تو خاک مین مِل اور آگ مین جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلون کے عنصر پر بنیاد نہ رکھہ تعمیر نہ کر

باطن مین اُبھر کر ضبط فغان لے اپنی نظر سے کار زبان
دل جوش مین لا فریاد نہ کر تاثیر دکھا، تقریر نہ کر

ہستی بے ثبات نے جانِ بشر کو کیا دیا — نفس سے حرص آگئی، ہوش لُٹے ہیں ٹہا دیا

نفس نے کہدیا غلط، عقل نے بھی ملائی ہان — منزلِ ذوق روح کا دل نے اگر پتا دیا

چشم خرد سے عار تہا، حسنِ جنون پسند کو — عقل نے آنکہہ بند کی اُس نے حجاب اُٹہا دیا

جہان ہستی ہوئی محدود لاکہون پیچ پڑتے ہین

عقیدے، عقل، عنصر، سب کے سب آپس مین لڑتے ہین

کسی کو بہی کسی سے کچہ نہین اس باب مین جہگڑا

گر دہم دہیان پر میشر کا دل کو اُسکا درشن ہو

مگر مشکل تو یہ ہے نام سب لیتے ہین مذہب کا

غرض لیکن یہ ہوتی ہے جتہا ہو اور بہوجن ہو

مقابل ترے پیچ سب ہیچ ہے — مگر تو ہی خود پیچ در پیچ ہے

تقلیل غذا مین ہو پیرمنٹ ہی ہے — گر ضبطِ ہوس سلف گورنمنٹ ہی ہے

کچہ دیکہتا نہین مین دلِ زار کے لئے — جو کچہ یہ ہو رہا ہے سب اخبار کے لئے

میر کی آپ بیتی

مت سہل ہمین جانو پہرتا ہی فلک برسون — تب خاک کے پردہ سے انسان نکلتے ہین

پہر اپنی صورت لحوال ہر اک کو دکہا نا یان — مروت قحط ہی آنکہین نہین کوئی ملا تا یان

خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکہنو سے تہا — وہین مین کاش مرجاتا سراسیمہ نہ آتا یان

یہ میر ستم کشتہ کسو وقت جوان تہا — اندازِ سخن کا سببِ شور و فغان تہا

جادو کی پڑی پرچۂ ابیات تہا اُسکا — منہ تکئے غزل پڑہتے عجب سحر بیان تہا

جس راہ سے وہ دل زدہ دلی مین نکلتا — ساتہ اسکے قیامت کا سا ہنگامہ روان تہا

افسردہ نہ تہا ایسا کہ جون آب زدہ خاک — آندہی تہا، بلا تہا، کوئی آشوب جہان تہا

اتنو افسردگی ہی ہے ہر آن — وے نہ ہم ہین نہ وے زمانے ہین

شام ہی سے بجہا سا رہتا ہے — دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

کوئی دن کریئے معیشت جا کسو کامل کے پاس — ناقصون مین رہیئے کیا رہیئے تو صاحبدل کے پاس

ہو کوئی بادشاہ کوئی یان وزیر ہو — اپنی بلا سے بیٹھ رہے جب فقیر ہو

میر کیا ہے فقیر مستغنی — آوے اس پاس بادشاہ تو کیا

صحبت کسو سے رکہنے کا اُسکو نہ تہا دماغ — تہا میر بیدماغ کو بہی کیا بلا دماغ

باتین کرے بزرگی دل کی پر کہان — کرتا ہے اس دماغ جلے کا وفا دماغ

دو حرف زیر لب کہے پہر ہو گیا خموش — یعنی کہ بات کرنے کا کسکو رہا دماغ

بیہوش مے عشق ہون کیا میرا بہروسہ — آیا جو بخود صبح تو مین شام نہ آیا

رفتۂ عشق کیا ہون مین اب کا — جا چکا ہون جہان سے کب کا

جنون نے تماشا بنایا ہمین — رہا دیکھہ اپنا پرایا ہمین
سدا ہم تو کھوئے گئے سے رہے — کبھو آپ مین تم نے پایا ہمین

کی زیارت میر کی ہمنے بھی کل — لاابالی سا ہے پر کامل ہے یان

وحشت ہے بہت میر کو مل آیئے چل کر — کیا جانئے پھر یان سے گئے کب ہو ملاقات

ملنے والے ابھر ملیگا ہے وہ عالم دیگرین — میر فقیر کو سکھہ ہی لینی مستی کا عالم ہی اب

مرتے مین میر سب اپنے ناامن بیکسی کے ساتھہ — ماتم مین تیرے کوئی نہ رویا پکار کر

تربتِ میر پر ہین اہلِ سخن — ہر طرف حرف ہے حکایت ہے
تو بھی تقریب فاتحہ سے چل — بخدا واجب الزیارت ہے

محمد الیاس برنی - ایم، اے، ال، ال، بی،

باب التقریظ والانتقاد

اَلبُستانی

ٹاگور عربی لباس مین

مکتبۃ الہلال (مصر) کی فہرست کتب مین سر رابندرانا تھہ ٹیگور کے اشعار کے عربی ترجمہ کا اشتہار میری نظر سے گذرا اور مین نے اسکے لئے فوراً آرڈر دیدیا، اسکے متعلق مین نے محترمی علامہ سید سلیمان صاحب کو اطلاع دی تھی کہ ٹگور کی گیتانجلی کا ترجمہ عربی مین ہوگیا ہے، چنانچہ دسمبر کے معارف مین انھون نے ایک نوٹ اسکے متعلق شایع کیا تھا، اب کہ یہ کتاب میرے پاس پہنچگئی ہے، اسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ گیتانجلی کا نہین بلکہ ٹگور کے ایک اور عشقیہ مجموعۂ منظومات مسمیٰ بہ "گارڈنر" کا ترجمہ ہے، جسے مصر کے ایک مشہور اہل قلم ودیع البستانی نے ترجمہ کرکے شایع کیا ہے، اور اسکا نام اصل کتاب کے نام اور اپنے نام کی مناسبت سے **البستانی** رکھا ہے

بستانی موصوف فنِ ترجمہ کا ماہر مشاق ہے، اور اس سے پیشتر لارڈ اویبری کی مشہور تصانیف "پوز آف لائف" "پلینرس آف لائف" "بیوٹیز آف نیچر" وغیرہ کا "معنی الحیاۃ" "مسرات الحیاۃ" "محاسن الطبیعہ" کے نام سے علی الترتیب ترجمہ کرچکا ہے، آج تک "رباعیات عمر خیام" کا تقریباً دنیا کی تمام زبانون مین ترجمہ ہوچکا ہے، لیکن عربی زبان مین اسکی کمی تھی، اس کمی کو بھی بستانی موصوف ہی نے پورا کیا ہے جو موجودہ ادب عربی مین ایک قابل قدر اضافہ سمجھنا چاہیئے۔

ترجمہ کی دقتون سے وہی لوگ خوب واقف ہین جنہین اس کام سے کبھی سابقہ پڑا ہے، ایک زبان کے محاورات، بندش، اسلوب بیان کا دوسری زبانون مین ترجمہ کردینے سے

وہ خوبی اور زور اثر قائم نہین رہتا، اور مترجم کو اپنی طرف سے بعض ضروری تصرفات کرنے پڑتے
ہین، اس لحاظ سے دیکھا جاے تو بستانی کا یہ ترجمہ انگریزی ترجمہ سے جو خود مصنف نے کیا ہی
تر یب تر ہے، اور موجودہ عربی زبان کا ایک عمدہ نمونہ ہے، جسمین ہندی خیالات کو نہایت خوبصورتی
سے ادا کیا گیا ہے،

سر رابندرا ناتھ ٹگور کی شہرت تعارف کی محتاج نہین ہے، ٹاگور کی جو قدر شناسی یورپ نے
بذریعہ نوبل پرائز (سوا لاکھ روپیہ کا عطیہ ادبی) کی ہے وہ ابناے وطن سے پوشیدہ نہین ہے،
ٹگور کی نظمون مین وسعت و لطافت تخیل، سادگی و صداقت جذبات معاملہ بندی کے علاوہ
مخصوص ولطیف طرز بیان کے ساتھ ندرت تشبیہات و استعارات کی جو چاشنی ملی ہوئی ہے وہ
ہر ایک پڑھنے والیکو "شیرین کام"، بنا دیتی ہے، اسکا کلام "از دل برخیزد و بر دل ریزد" کا پورا
پورا مصداق ہے، اور اس لحاظ سے خاص طور پر قابل داد ہے، پس یہ کہنا کسی طرح مبالغہ ہوگا
کہ وہ ایشیا کا ملک الشعرا ہے، اہل یورپ جنکی شاعری مشرقی تنوع تخیلات اور ندرت استعارات
و تشابیہ سے بالکل معرّی ہے، اور جسمین کسی طرح کا سرور و جدانی حاصل نہین ہوتا، انکو ٹگور کا کلام
ایک نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوا، اور انھون نے اسکی اس سے زاید قدر کی جسکا کہ وہ مستحق تھا،
لیکن انکی نظر سے اسلامی شعرا (عربی، فارسی، اردو) کا وہ بہترین کلام نہین گذرا جسکا ایک ایک
شعر ٹگور کے سارے دفتر منظومات کا جواب ہو سکتا ہے، اگر موقع ملا اور حیات مستعار باقی ہے
تو انشاء اللہ ہم ٹگور کے کلام کا اسلامی شعرا کے کلام سے مقابلہ کرکے دکھا دینگے،

خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا، سردست ہم بستانی کے ترجمہ کا نمونہ قارئین کرام کی
خدمت مین پیش کرتا ہے جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ مترجم کو اسمین کہانتک کامیابی ہوئی ہے
یہان یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مترجم مذکور ٹگور کی تصانیف کو پڑھکر ہندوستان

مین اسکی ملاقات کو آیا تھا، اور اسکی مشہور تصانیف گیتانجلی (قرابین الاغانی) گارڈنر (البستانی)
کریسنٹ مون (الہلال) وغیرہ کی بعض چیدہ اور منتخب نظمون کو اسکے پاس سے نقل کرکے لیگیا،
جنمین سے بعض کا عربی مین ترجمہ کرکے اس نے مجلہ الہلال (مصر) مین شایع کرایا تھا، مترجم نے
(جیسا کہ وہ دیباچہ مین کہتا ہے) گارڈنر کا ترجمہ عربی مین کیا، اور پھر عربی کا لفظی ترجمہ انگریزی
مین کرکے خود ٹگور کو دکھلایا تھا جسکو اس نے پسند کیا اور جایز و مناسب تصرفات کو بھی قائم
رکھا، اسکے بعد یہ کتاب میکملن اینڈ کو کی اجازت خاص سے مطبع معارف مصر مین طبع ہوئی۔

(ترجمۂ عربی)

(۱) مصافحة بالايادي ومناظرة بالعيون
كن الك افتتح قلبنا باب الغرام الليلة
مقمرة من ليالى شهر مارس" وعبير الحناء
مِلءُ الهواء، وناى ملقى على الارض،
وطاقة الزهر فى يدك لم يتم تنظيمها
ان المحبة التى بينى و بينك هى الاغنية
البساطة وسلاسة نية)
نقابك بلونه الزعفرانى يُسكر عينى واكليل
الياسمين الذى ضفرته يهيج فوادى
كالحلم وما هى الالعبة منح و منع، وتحجب واسفا
شىءٌ من البسمات الى شىءٍ من الخجل، الى
شىءٍ من باطل المجاهدة والمعاناة ان

(ترجمۂ اردو)

ہاتھ سے ہاتھ ملتے ہین اور آنکھون سے آنکھین
اور یون ہمارے دلون کی تاریخ شروع ہوتی ہے
مارچ کی چاندنی رات ہے اور مہندی کی خوشبو
سے ہوا لبریز ہے، میری بانسری یونہی بے پروائی
کی حالت مین زمین پر پڑی ہے اور تمہارا پھولون کا
ہار ناتمام ہماری تمہاری محبت ایک گیت کی طرح سادہ ہے،
تمہاری زعفرانی نقاب میری آنکھون کو مخمور
کر رہی ہے، چنبیلی کا ہار جو تم نے میرے لئے گوندھا ہے
میرے دل مین تعریف کی لرزش پیدا کر دیتا ہے
یہ ایک کھیل ہے دینے اور باز رکھنے کا، افشا کرنے
اور پھر پردہ داری کرنے کا، چند تبسمون کا تھوڑی
سی حیا کا، اور چند شیرین بیسود (بیسود) جد و جہد کا،

ما بيني وبينك من الحب هو لأغنية
ساذجة (وسلامة نيّة)
لا غرابة ولا اسرار دفينا وراء الزمن
الحاضر، ولا محاولات ضائعة سدًى
في سبيل المستحيل، ولا ظلال وراء سحر
الجمال ولا مجاولات في اعماق الظلام
ان الذي بيني وبينك من الحب لكا
لأغنية بساطة (وسلامة نية)
نحن لا نخرج من الكلام الى الصمت الابدي ولا
نتطاول للتناول ما عزّ بعيدًا ان ينال من
الآمال حسبنا الأخذ مما نتعاطاه ولم
تعتصر الفرح لتخرج لنا خمرة الألم ان الحب الذي
بيني وبينك لكالاغنية بساطة (وسلامة نيّة)

یہ محبت تمہارے اور میرے درمیان نغمہ کی طرح سادہ ہے
ہمارا کوئی راز زمانہ حال سے باہر نہیں ہے،
ہماری کوئی سعی ناممکن کے لئے نہیں، کوئی تاریکی
دلفریبی کے پس پردہ نہیں، کوئی جستجو ظلمت کی
گہرائی میں نہیں - یہ محبت تمہارے اور میرے
درمیان نغمہ کی طرح سادہ ہے،
ہم تمام ذخیرۂ الفاظ ختم نہیں کر دیتے کہ سکوت
دائمی اختیار کرنا پڑے، ہم امید سے باہر چیزوں
کے لئے فضول ہاتھ نہیں اٹھاتے، جو کچھ ہم
دیتے ہیں اور جو کچھ ہم پاتے ہیں وہ کافی ہے
ہم نے مسرت کو بالکل پامال نہیں کر دیا ہے کہ
اس سے شراب الم نچوڑیں، یہ محبت تمہارے
اور میرے درمیان نغمہ کی طرح سادہ ہے،

مترجم نے یہی نہیں کیا کہ ہر نظم کا نثر ترجمہ کر دیا ہے بلکہ ہر نثر ترجمہ کے بعد اس کو قوالب شعریہ میں ڈھالا ہے، مسطورۂ بالا نثر کو اس نے اس طرح منظوم کیا ہے:-

نظراتٌ فيها المنى تتجلّى — وسلامٌ والف اهلًا وسهلًا
هكذا قلبنا الغرام استهلّ — وهوانا اغنيةٌ ليس الّا...

ليلة بدرها من الزهر حالي — والندى دُرّه به يتحلّى

وعبير الحناء عرفٌ شذيٌّ — علّ منه النسيم حتى ابتلّا
ملّ بالي الشجيّ ومعصمك الغضّ — نضيرًا كأزهار الصفر هلّا
وكلانا عن دائرة راح يلهو — وتخذنا تبادل اللحن شغلا
هكذا قلبنا الغرام استهلّ — وهوانا اغنيةٌ ليس الّا

جمّي الوجه بالمعصفر عنّي — واتركي العين بالمعصفر ثملى
واضفري لي الاكليل من ياسمين — فشذا الاكاليل بالقلب فعلا
بسماتٌ أردُّها بسماتٍ — وحييًّا اعدّه اذا دحت خجلى

يومنا يومنا يمرّ ويمضي — وغدٌ مقبل رويدًا ومهلا
ليس الّا ما نحن فيه ولسنا — نحسب الليلة العتيدة حبلى
ان حسنًا يبدو فيخلب لبّي — لا ارى خلفه خيالًا وظلّا
هكذا قلبنا الغرام استهلّ — وهوانا اغنيةٌ ليس الّا

لا هذاء يعلو فيتلوه صمتٌ — ان خير الكلام قلّ فدلّا
لا نضمّ اليدين حول خيالٍ — او الى المستحيل ننقل رجلا
فوق ساحي القرار نطفو بلطفٍ — لا نغالي غوصًا كفى ان نبلّا
ان تلاقت عينٌ بعينٍ وكفٌّ — بفؤادٍ فحسبنا ذاك وصلا
هكذا قلبنا الغرام استهلّ — وهوانا اغنيةٌ ليس الّا

قلبی۔ طائرا لبریة۔ قد وجد
سماءً ہ فی عینیك، ھما مھد الصباح
ومملکة النجوم، واغانی تھیم فی
قرارھما فھبی لی ان احلق فی تلك
السماء واھیم فی وحشتھا، بل
دعینی اشتق غیومھا وابسط جناحی
فی سنائھا،

میرے طائر آوارہ دل نے تمہاری آنکھون مین
اپنا آشیانہ پا لیا ہے، وہ (تمہاری آنکھین) صبح کا
گہوارہ ہین، وہ تارون کی سلطنت ہین، میرے
نغمے انکی گہرائی مین گم ہو جاتے ہین، مجھے اس اپنی
آنکھون کے آسمان مین اُسکی تنہا وسعت مین اُڑنے
دو، مجھے اسکے بادلون سے جھپٹ جانے اور اسکی
دھوپ مین بازو پھیلانے دو۔

ویح قلبی من طائر فی البراری
بین عینیكِ عرش ملكٍ اللداری
فدعینی فی جوّ عینیك اسمو

لیتہ بین مقلتیكِ یطیر
بین عینیكِ للصباح سریر
او مثلی علی السماء کثیر؟

(۳)

مصا جادت بہ یداك فانی آخذہ
ولا استزید،
کذالك کذالك انا اعرفك ایھا الشحاذ
المحتشم (القنوع)، انك لتسأل کل شیٔ فی یدٍ لناس
ذا کان للدیك زھرة ما (ضائعة سدی)
فاننی اجعلھا فی قلبی
والا شواك؟
احملھا

"جو کچھ تمہارے (رضامند) ہاتھون سے ملے ہین
اس سے زیادہ کچھ نہین مانگتا۔"
ہان! ہان! مین تمہین جانتی ہون، قانع فقیر!
جو کچھ کسی کے پاس ہے تم وہ سب مانگتے ہو"
اگر میرے لئے ایک آوارہ شاخ پھول ہی ہو تو مین
اسکو بھی اپنے دل مین رکھونگا"
"لیکن اگر کانٹے ہون؟"
"مین انکو بھی برداشت کرونگا"

کذالك کذالك انا اعرفك ایھا الشحاذ القنوع
ولو انك ترفعین ببصرك الی وجھی ولو مرة
فی الزمان فان تلك النظرة لتھب لحیاتی حلاوة
لیس للموت الیھا من سبیل واذا لم یکن لك
منی الا نظرات قاسیة فلیخترقن فوادی
کذالك، کذالك انا اعرفك ایھا الشحاذ
القنوع۔

"ہان! ہان! مین تمہین جانتی ہون، قانع فقیر! الخ
"اگر صرف ایکبار تم اپنی محبت آمیز آنکھین میرے
چہرہ کی طرف اٹھا دو تو وہ میری حیات کو ایسا
شیرین بنا دینگی کہ اسپر موت کا قابو نہ چل سکیگا"
"اور اگر وہ ستم آمیز نگاہین ہون؟" "مین انکو بھی
اپنے دل کے پار ہونے دونگا"
"ہان! ہان! مین تمہین جانتی ہون، قانع فقیر! الخ

مترجم نے ایک اور التزام یہ کیا ہے کہ ہر نظم پر شروع مین تبصرہ کیا ہے، اسکے بعد ترجمہ نثریہ اور پھر نظم، بقول مولانا ندوی "دیکھین عربی چھوہارون کی شیرینی کے عاشقون کو اس نیشکر ہندی کی شاس کہانتک پسند آتی ہے"!

قاضی احمد میان اختر (جوناگڑہی)

مطبوعات جدیدہ

نماز: احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام نے "سلسلہ اسلامیہ" کے تحت مین چند رسائل لکھوائے ہین، جنمین نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور تربیت اولاد پر قرآن مجید اور احادیث سے روشنی ڈالی گئی ہے، یہ رسالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اسمین جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی۔اے نے نماز کی حقیقت، اسکے فواید، وضو، طہارت، تیمم، اذان، تکبیر، جماعت، نماز کے اوقات، مسجد کے آداب، نماز کی ہیئت، جمعہ، امامت، فرائض، سنن، نوافل، نماز عیدین، نماز جنازہ، نماز سفر، غرض نماز کے تمام احکام اور اقسام کو بالتفصیل بیان کیا ہے، اور اخیر مین قرآن مجید کی چند سورتین بھی مع ترجمہ کے لکھی ہین،

زکوۃ:- یہ رسالہ بھی مولوی مصطفےٰ خانصاحب بی۔اے کا مرتب کیا ہوا ہے، اس مین اُنھون نے زکوۃ کی حقیقت، اسکی غرض و غایت، احکام، نصاب، مصرف، اور عام صدقات پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، اور یہ دکھلایا ہے کہ اسلام نے مواساۃ و ہمدردی کا جو نظام قائم کیا تھا وہ فطرت کے بالکل مطابق تھا، بخلاف اسکے اشتراکیت فطرت کے منافی ہے اور اسی لئے ناقابل عمل ہے،

تربیت: اس رسالہ مین مولویصاحب موصوف نے بچون کی تعلیم و تربیت کے اصول قرآن مجید اور احادیث سے اخذ کر کے لکھے ہین، جن سے ہر مسلمان کو واقف ہونا ضروری ہی کیونکہ ایک صحیح اسلامی نظام تربیت ہی ہمارے تنزل کا علاج ہوسکتا ہے، یہ تینون رسالے دفتر بُک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ملین گے قیمت حسب ذیل ہی، نماز ۱۰ر، زکوۃ ۲۰ر، تربیت ۵ر،

دیوان غالب اُردو: مرزا غالب کا کلام اگرچہ اُنکی زندگی مین ایک خاص طبقہ تک محدود رہا، تاہم ان کا خیال تھا کہ آیندہ زمانہ مین اُسکو عام مقبولیت حاصل ہوگی، چنانچہ خود کہتے ہین،

تا ز دیوانم کہ سرمستِ سخن خواہد شدن | این مے از قحطِ خریداری کہن خواہد شدن
کوکبم را در عدم اوجِ قبولے بودہ است | شہرتِ شعرم بگیتی بعدِ من خواہد شدن

یہ پیشینگوئی ۴۰، ۵۰ برس کے بعد پوری ہوئی، چنانچہ آج اُنکی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہے اور علمی دنیا اُن کے ایک ایک شعر پر سر دھن رہی ہے، انکے کلام کی نسبت جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے جو خیالات ہین، ان کا اندازہ ڈاکٹر محمود کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہے،

"اس ہیجمیرز کی راے مین غالب، شیلی کی پرواز، کیٹس کی فصاحت، گوئٹے کی عمیق النظری، شلر کی بلند خیالی، فرانسس ٹامسن کے تخیل، مومن کے درد، سودا کی ظرافت اور میر کی سادگی کا مجموعہ ہے"

اسی عقیدت کی بنا پر سید راس مسعود صاحب بی، اے (آکسن) ناظم تعلیمات سرکار نظام کی تحریک سے نظامی پریس بدایون نے اسکو نہایت اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، ابتدا مین مرزا کی تصویر، اور ایک غیر مطبوعہ عکسی خط ہے، پھر ڈاکٹر محمود صاحب پی، ایچ، ڈی (پٹنہ) کا ایک مقدمہ ہے جسمین کسیقدر مرزا کے کلام پر تنقید کیگئی ہے، اور ان اشعار کو زیادہ نمایان کیا گیا ہے، جنمین اخلاقی، سیاسی، یا فلسفیانہ مسائل آئے ہین یا جنمین انسان کے دلی جذبات اور احساسات کی تصویر کھینچی گئی ہے، اسکے بعد مولوی نظامی صاحب کے دو دیباچے ہین، جنمین دیوان کی ترتیب کے متعلق کچھ خیالات ظاہر کئے گئے ہین، پھر مرزا کی مختصر سوانح عمری ہے، اسکے بعد وہ دیباچہ درج کیا گیا ہی جسکو مرزا نے دیوان مرتب ہونے کے بعد فارسی زبان مین لکھا تھا، پھر دیوان شروع ہوتا ہی جسکے ساتھ مولوی نظامی صاحب کی ایک مختصر شرح بھی شامل ہے، یہ شرح دیکھنے کے قابل ہی اسمین

انھون نے نہایت اختصار کے ساتھ اشعار کا مطلب بیان کیا ہے، اور کوشش کی ہے کہ خود غالب کی زبان سے اس مطلب کو ادا کیا جائے، چنانچہ اس مقصد کے لئے انھون نے رقعاتِ غالب کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے، اس دیوان مین قدیم دیوان سے زیادہ اشعار ملین گے جو مختلف ماخذون سے حاصل کئے گئے ہین، لیکن تعجب ہے کہ الہلال مین جو بعض قصاید اور غزلین شایع ہوئی تھین انکو اس دیوان مین جگہ نہین دیگئی، مثلاً یہ غزل: ہمکن نہین کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہون یا یہ قصیدہ:-

کرتا ہے چرخ روز بصدگونہ احترام　　فرمانروائے کشورِ پنجاب کو سلام

حالانکہ ان نظمون کے قالب مین صاف طور پر مرزا غالب کی روح جھلک رہی ہے بہرحال اب تک مرزا غالب کے جسقدر دیوان شایع ہوئے، یہ ایڈیشن مجموعی حیثیت سے ان سب سے بہتر ہے اور ہم ناظرین سے سفارش کرتے ہین کہ اسکی ایک خوشنما جلد خرید کر اپنے کتبخانہ کی زیب و زینت مین اضافہ کرین، دیوان کی قیمت عہ؍ ہے اور نظامی پریس بدایون سے مل سکتا ہے۔

المذہب: قاری عباس حسین صاحب کی ایڈیٹری مین دار السلطنت دہلی سے یہ رسالہ جاری ہوا ہے، اسکا موضوع جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے، مذہب ہے، اسی بنا پر اسکی نظم و نثر دونون مذہبی رنگ مین ڈوبی ہوئی ہین، روح اور مادہ پر گنیش پرشاد صاحب نے عالمانہ مضمون لکھا ہے، رسالہ کا حجم ۴۸ صفحات کا ہے، قیمت سے (۳) رسالانہ، پتہ مٹیا محل دہلی،

الادب:- یہ رسالہ کانپور کے حلقۂ ادبیہ سے مولوی احسن سبھی کے ایڈیٹری مین نکلنا شروع ہوا ہے، اسکا مقصد اُردو علم ادب کی خدمت ہے، اور یہ مقصد اسکے متعدد مضامین مین نمایان طور پر نظر آتا ہے، بادۂ کہن کے عنوان سے مولوی حامد حسن صاحب قادری نے اچھا مضمون لکھا ہے، البتہ صفحہ ۱۹ مین جو فاشی کیگئی ہے اس سے قطعاً احتراز کرنا چاہئے، حجم ۵۶ صفحہ قیمت سالانہ للعہ (۴)، پتہ: حلقۂ ادبیہ مین گنج کانپور

مجلد پنجم	ماہ رمضان ۳۸ھ مطابق جون ۲۰ء	عدد ششم

مضامین

ایک ضروری اطلاع

چونکہ معارف کے اکثر معاونین کا سال خریداری ماہ جون مین ختم ہو جاتا ہے اسلئے جو صاحب ایندہ سال معارف کی خریداری کا ارادہ نہ رکھتے ہون مطلع فرما دین ورنہ جولائی کا پرچہ بذریعہ وی پی روانہ ہوگا

"مینجر"